نکاح کے لئے کفو کی شرط

شریعت اور روایت کے آئینہ میں

تالیف:

ڈاکٹر فاطمہ عمر نصیف

ترجمہ:

سیف الرحمن حفظ الرحمن تیمی

تقدیم ومراجعہ:

ڈاکٹر ارشد فہیم مدنی

تفصیلاتِ کتاب

* کتاب: نکاح کے لئے کفو کی شرط- شریعت اور روایت کے آئینہ میں

* تالیف: ڈاکٹر فاطمہ عمر نصیف

* ترجمہ: سیف الرحمن حفظ الرحمن تیمی

* تقدیم ومراجعہ: ڈاکٹر ارشد فہیم مدنی

* سن اشاعت: ۱۴۴۰ھ-2019ء

* صفحات: ۶۴

* ناشر : السلام اسلامک اسٹڈیز سنٹر، پٹنہ، بہار

❁ اس کتاب کے جملہ حقوق بحق مترجم محفوظ ہیں ❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

ڈاکٹر ارشد فہیم مدنی
استاذ جامعہ امام ابن تیمیہ

شادی تقاضائے فطرت ہے، بقاء نسل انسانی کا ذریعہ ہے، تسکین نفس کا حلال طریقہ ہے اور زندگی کا ایک حسین وخوشگوار مرحلہ ہے، جس کی تمنا ہر جواں دل کرتا ہے، البتہ اپنی شریک حیات کو منتخب کرتے وقت لوگوں کے معیار الگ الگ ہوتے ہیں، کچھ لوگ عورت کی دولت وخوشحالی کو ترجیح دیتے ہیں اور رشتہ دولت مند گھرانے میں طے پا گیا تو دوسری چیزوں کی پرواہ نہیں کرتے، کچھ لوگ اپنی ہونے والی بیوی میں حسن وجمال کو ڈھونڈتے ہیں اور حسن صورت کو حسن سیرت پر مقدم سمجھتے ہیں، اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو عورت کی خاندانی حیثیت اور سسرالی منصب وجاہ کو اپنی ازدواجی زندگی کے لئے ضروری تصور کرتے ہیں، البتہ سماج میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں اگرچہ ان کی تعداد کم ہے جو عورت کے مال ودولت، اس کے حسن وجمال اور جاہ ومنصب سے قطع نظر اس کی دینداری، اور شریعت کی پابندی کو شادی کا معیار بناتے ہیں، غور سے دیکھا جائے تو اس آخر الذکر معیار انتخاب کے علاوہ تمام دوسرے معیار عارضی اور ناپائدار ہیں۔ دولت آنی جانی چیز ہے، حسن وجمال کی ایک مدت متعین ہے، اور جاہ ومنصب بقول ابن خلدون ہر تیسری

پشت میں لازما تبدیل ہو جاتے ہیں، بلکہ مشاہدہ تو یہ ہے کہ اب دوسری پشت میں یہ تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔

یہ بات طے شدہ ہے کہ ازدواجی زندگی میں پائداری اور خوشگواری کے لئے دینداری اور اخلاقی قدروں کی موجودگی ناگزیر ہے۔ اسی لئے اسلام نے شریک حیات کو منتخب کرتے وقت دینی پہلو کو مقدم رکھنے کی تاکید کی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:" إذا جاءكم من ترضون دينه وخلقه فأنكحوه، إلا تفعلوا تكن فتنة في الأرض وفساد"(سنن ترمذی: ۳/۳۹۵) دیندار اور با اخلاق شخص کا پیغام نکاح آجائے تو اس سے شادی کر دو، اگر نہیں کروگے تو زمین میں فتنہ وفساد ہوگا۔ ایک دوسری روایت میں ہے "تنكح المرأة لأربع: لمالها ولجمالها ولحسبها ولدينها ، فاظفر بذات الدين تربت يداك" (صحیح بخاری: ۵/۱۹۵۸) چار وجوہات کی بنیاد پر عورت سے شادی کی جاتی ہے۔ مال ودولت، حسب ونسب، حسن وجمال اور دینداری، تم دیندار عورت سے شادی کرکے کامیاب ہو جاؤ، اللہ تمہارا بھلا کرے۔

غرضیکہ دین واخلاق کو اسلام نے دوسرے تمام معیار انتخاب پر مقدم رکھا ہے، حتی کہ حسب ونسب اور جاہ ومنصب پر بھی اس کو ترجیح دیا ہے، اور اس کی متعدد مثالیں عہد رسالت میں پائی جاتی ہیں۔ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ ابو حذیفہ بدری صحابی ہیں اور عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس کے صاحبزادے ہیں، انہوں نے ایک انصاری خاتون کے غلام سالم کو متبنی بنالیا تھا، اور بعد میں اپنی قریشی بھتیجی ہند بنت ولید بن ربیعہ سے ان کا نکاح کردیا(صحیح البخاری: ۵/۱۹۵۷) ایک دوسری قریشی خاتون فاطمہ بنت قیس کا نکاح اسامہ بن زید سے ہوا، جو غلام زادہ تھے۔ لیکن عہد

رسالت میں اس کو باعث عار نہیں سمجھا گیا، بلکہ فاطمہ اپنی اس شادی کو باعث رشک بتاتی ہیں۔(صحیح مسلم: ۲/ ۱۱۴) اسامہ کے والد زید بن حارثہ غلام تھے، لیکن ان کی شادی رسول اللہ ﷺ نے اپنی پھوپھی زاد، زینب بنت جحش سے کر دیا، جو بعد میں ازواج مطہرات میں داخل ہوئیں۔

انسانیت نوازی اور عدل و مساوات پر مبنی اس اسلامی قانون کے باوجود اس تلخ حقیقت کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ نہ صرف بر صغیر میں بلکہ عرب دنیا میں بھی شادی بیاہ میں حسب و نسب کو دوسری چیزوں پر مقدم رکھنے کا رواج عام ہے۔عام طور پر ذات برادری، صنعت و حرفت اور جاہ و منصب کی بنیاد پر رشتے طے پاتے ہیں،اور اس مصنوعی حصار سے نکلنے کو اپنی توہین خیال کیا جاتا ہے۔گویا اسلام نے جس جاہلی عصبیت اور خاندانی فخر وافتخار کو اپنے پاؤں تلے روندا تھا، وہ لعنت آج بھی ہمارے اندر موجود ہے، اور قابل غور پہلو یہ بھی ہے کہ شادی بیاہ کے دوسرے غلط رسم ورواج کے خلاف جو تحریکیں چلائی گئیں، جیسے جہیز اور منگنی کی رسم وغیرہ، اس انداز کی تحریکیں ذات پات کے رسم ورواج کو توڑنے کے لئے نہیں چلائی گئیں، علماء اور خطباء اپنی تحریروں میں اور تقریروں میں جہیز کی لعنت پر جی کھول کر لکھتے اور بولتے ہیں، لیکن ذات برادری سے الگ ہٹ کر شادی بیاہ کے موضوعات پر ان کا لہجہ دھیما ہوتا ہے۔اور شاید اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ شادی میں حسب ونسب کے اعتبار اور ثبوت کو جمہور علماء کی تائید حاصل ہے۔چنانچہ حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ سب کا اس پر اتفاق ہے کہ شادی بیاہ میں حسب ونسب کا اعتبار کیا جائے گا، اختلاف صرف اس بات پر ہے کہ اس کو نکاح کے لئے شرط مانا جائے یا لازمی وصف، اور حیرت اس بات پر ہے کہ کتاب وسنت کے صحیح وصریح دلائل کے باوجود ان مسالک کے فقہاء ایک ایسی

چیز پر متفق نظر آتے ہیں، جو اسلام کی روح کے خلاف ہے، اور مزید حیرت اس بات پر ہے کہ ان میں سے خاص طور پر فقہاء احناف نے جدید اور قدیم مسلمان میں بھی تفریق کر رکھی ہے۔ ان کا یہ تفقہ ملاحظہ کیجئے "مسلم بنفسه غير كفؤ لمن أبو ها مسلم، ومن أبوه مسلم غير كفؤ لذات أبوين مسلمين أو آباء" ایک نو مسلم، ایسی عورت کا کفو نہیں بن سکتا جس کا باپ بھی مسلمان ہے، اور جس کا باپ نو مسلم ہے وہ شخص اس عورت کا کفو نہیں ہو سکتا جس کے ماں اور باپ دونوں مسلمان ہیں، یا وہ خاندانی مسلمان ہے" (حاشیہ رد المختار لابن عابدین: ۳/ ۸۷) اس من مانی تفقہ اور جدت طرازی کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک شخص جب اسلام قبول کرتا ہے تو اپنے نو مسلم ہونے کی وجہ سے اسلامی سماج میں اپنے آپ کو ٹھگا ہوا محسوس کرنے لگتا ہے اور مختلف سماجی الجھنوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات یہ چیز اس کے ارتداد کا سبب بھی بن جاتی ہے۔

ضرورت اس بات کی تھی کہ اس جمہوری فکر کا علمی اور تحقیقی جائزہ لے کر حقیقت سامنے لائی جاتی، اور اس اہم ضرورت کو پوری کیا ہے ایک سعودی اسکالر خاتون ڈاکٹر فاطمہ عمر نصیف نے، موصوفہ اس نصیف خانوادہ سے تعلق رکھتی ہیں جس نے بڑے بڑے علمی و تحقیقی کارنامے انجام دیا ہے۔ بالخصوص اسلامی تراث کی تحقیق اور نشر و اشاعت اس خاندان کا طرہ امتیاز ہے۔ ڈاکٹر فاطمہ نے اس مختصر مگر جامع اور تحقیقی رسالہ میں عربوں کی قبائلی عصبیت اور فخر عربیت کے خلاف جس بے باکی اور جرات مندی کا مظاہرہ کیا ہے، وہ واقعی لائق تحسین ہے۔

کتاب کی ابتدا ایک مقدمۃ البحث سے ہوتی ہے جس میں ڈاکٹر صاحبہ نے سبب تالیف، موضوع کی اہمیت اور موجودہ دور میں موضوع کے تعلق سے مسلم سماج کے تعامل کو بیان کیا ہے۔ نیز کفائت کے مسئلہ میں اسلامی نقطہ نظر کو کتاب و سنت کے دلائل سے واضح کر دیا ہے۔ کتاب کا اصل

مبحث تین اجزاء پر مشتمل ہے، پہلے جزء میں نکاح میں کفو کے عدم قائلین علماء کے موقف کو ان کے بیان کردہ دلائل سے مزین کیا ہے، دوسرے جزء میں کفو کے قائلین علماء کے دلائل کو بیان کرنے کے ساتھ ان کا علمی تجزیہ کیا ہے اور یہ صراحت بھی کر دی ہے کہ دلائل ان کے حق میں نہیں ہیں گرچہ وہ کثرت تعداد کی بنیاد پر جمہور کہلاتے ہیں۔ کتاب کے آخری جزء میں ان اوصاف سے بحث کی گئی ہے جو کفاءت میں معتبر یا غیر معتبر مانے جاتے ہیں، یہ کل چھ اوصاف ہیں۔ دین واخلاق، آزادی نفس، صحت جسمانی، مال و دولت، حرفت وصناعت اور حسب و نسب، اول الذکر تین اوصاف کو کفائت میں انہوں نے بھی معتبر تسلیم کیا ہے۔ جبکہ مال و دولت، حرفت وصنعت اور حسب ونسب کو دلائل کی روشنی میں غیر معتبر قرار دیا ہے۔

کتاب کے اخیر میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ کفائت کے مسئلہ میں سب سے بنیادی چیز دینداری اور اخلاق و کردار ہے۔ اور اسی ضمن میں ڈاکٹر فاطمہ نے ایک فاسق انسان کو ایک نیک خاتون کا کفو نہیں مانا ہے۔ اور اس کی تائید میں بہت اختصار کے ساتھ حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے موقف کو بیان کیا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ دینداری کے معاملہ میں میاں بیوی کو ایک دوسرے کا ہمسر اور برابر ہونا چاہئے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:﴿وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ﴾ [سورۃ النور:26]. پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ فاسق مرد ایک نیک اور پاک خاتون کا کفو ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اس سوال کا نفی میں جواب دینے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ فسق کیا ہے؟ فسق کے اسباب کیا ہیں؟ فاسق کے درجات کیا ہیں؟ صغیرہ گناہ کا مرتکب بھی فاسق کہلاتا ہے اور کبیرہ کا مرتکب بھی، نیز اگر فسق کی بنیاد پر نکاح باطل ہو جاتا ہے تو آج ہمارے سماج میں ان فاسق شوہروں کی ایک بڑی

تعداد موجود ہے، جن کی بیویاں نیک اور پارسا ہیں، پھر بھی وہ میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گزار رہے ہیں، کیا ہم ترک صلاۃ سے ختم نکاح والا فتوی یہاں بھی لگا سکتے ہیں؟ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس نکتہ کو فقہاء کی آراء کی روشنی میں بیان کر دیا جائے۔ ایک فاسق ایک نیک خاتون کا کفو ہے یا نہیں، اس بارے میں علماء کی چند آراء پائی جاتی ہیں:

ا۔ فاسق انسان سے نکاح کرنا عورت اور اس کے اولیاء کا خاص حق ہے۔ اگر عورت اور اس کے اولیاء اپنے اس حق سے دستبردار ہو جاتے ہیں تو فاسق شخص سے شادی جائز ہو گی، عورت اور اولیاء میں کوئی ایک فریق دستبردار ہوتا ہے اور دوسرا فریق نہیں ہوتا ہے تو اس کو شادی فسخ کرنے کا حق حاصل ہو گا (الفواکہ الدوانی: ۲/ ۹) ابو حنیفہ اور ابو یوسف اسی کے قائل ہیں (بدائع الصنائع: ۲/ ۳۲۰) اور مالکیہ بھی اسی کو راجح قرار دیتے ہیں (بدایۃ المجتہد: ۲/ ۱۲) حنفیہ اور مالکیہ اپنے اس موقف کے لئے دو عقلی دلائل پیش کرتے ہیں:

(الف) نکاح میں اصل اختیار عورت اور اولیاء کو ہے، اس لئے کفاءت کا حق بھی انہیں کو حاصل ہو گا، اس لئے اگر وہ اپنے حق سے دستبردار ہو جائیں اور کسی فاسق سے نکاح کر لیں تو نکاح صحیح ہو گا (الفواکہ الدوانی: ۲/ ۹)

(ب) حسب ونسب، آزادی اور دولت پر فخر کرنے کے مقابل میں دین پر فخر کرنا زیادہ بہتر ہے، اور فسق کے ذریعہ کسی کو عار دلانا، عار اور طنز کی سب سے بدترین شکل ہے۔ اور یہ عار عورت اور اس کے اولیاء برداشت کرتے ہیں، وہ چاہیں تو برداشت کریں یا نہ کریں (بدائع الصنائع: ۲/ ۳۲۰)۔

۲-فاسق سے نکاح کرنا سخت مکروہ ہے، البتہ اگر فاسق سے نکاح نہ کرنے کی صورت میں اس سے زنا کا خطرہ لاحق ہو تو بدرجہ مجبوری نکاح جائز ہو گا، شافعیہ اسی کے قائل ہیں۔(السراج الوہاج: ۱/۳۷۰)البتہ بعض شافعیہ نے نکاح کے جواز کے لئے یہ قید بھی لگائی ہے کہ عورت اور اس کے اولیاء کی جانب سے کسی معین فاسق انسان کے بارے میں اجازت حاصل ہو، پھر بھی اس کو فسخ نکاح کا خیار حاصل رہے گا۔ شافعیہ نے اپنے اس موقف کے لئے یہ دلیل پیش کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹیوں کی شادی غیر کفو میں کی، بقاء نسل کے لئے ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہئے۔(حاشیہ البجیرمی:۳/۳۵۱،روضۃ الطالبین:۲/۸۳)۔

۳-فاسق سے نکاح بہر صورت جائز نہیں ہے، عورت اور اس کے اولیاء کی رضامندی کا بھی اعتبار نہیں ہو گا۔ یہ مالکیہ کی ایک رائے ہے۔(حاشیۃ الدسوقی: ۲/۲۴۹)فقہاء حنابلہ بھی فاسق سے نکاح ناجائز مانتے ہیں۔(مطالب اولی النہی:۵/۸۴)مالکیہ اور حنابلہ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(الف) ﴿ الزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذَلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ﴾ [سورة النور:3].

زانی مرد، زانیہ عورت یا مشرکہ عورت سے ہی نکاح کرتا ہے اور زانیہ عورت، زانی مرد یا مشرک مرد سے ہی نکاح کرتی ہے، یہ مومنوں کے لئے حرام ہے۔

بلاشبہ زناکار مرد و عورت فاسق ہیں اور یہ کسی پاکدامن مرد و عورت کا کفو نہیں ہو سکتے، لیکن اس آیت کریمہ سے ہر طرح کے فاسق سے نکاح کی حرمت پر استدلال صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ نکاح کی یہ حرمت خاص زنا کا ارتکاب کرنے والے مجرمین کے لئے ہے، تمام فاسقین کے لئے

نہیں، اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ بعض محققین علماء نے "ذلک" سے نکاح نہیں زنا مراد لیا ہے۔ یعنی زنا مومنوں پر حرام ہے۔ بلکہ جمہور علماء نے اس آیت سے زانیہ کے ساتھ نکاح کی حرمت کے بجائے اس کے مکروہ ہونے کو راجح قرار دیا ہے اور دلیل یہ پیش کی ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی بیوی کی شکایت کی کہ وہ کسی بھی چھونے والے کے ہاتھ کو رد نہیں کرتی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو طلاق دے دو، اس نے کہا: مجھے اس سے محبت ہے، آپ نے فرمایا: پھر اس کو اپنے پاس رکھو" (سنن النسائی:۳/ ۲۷۰، سنن ابو داؤد: ۲/ ۲۲۰، قال الطبرانی فی مجمع الزوائد (۴/ ۳۳۵): ورجالہ رجال الصحیح، وقال ابن حجر فی التلخیص الجبیر (۳/ ۲۲۵): واسنادہ أصح ، وقال الامام احمد بن حنبل : لیس لہ اصل وذکرہ ابن الجوزی فی الموضوعات)۔

(ب) فاسق سے میل جول رکھنا منع ہے، اور اس سے دوری بنائے رکھنا شرعا واجب ہے۔ اس لئے وہ کفو نہیں ہو سکتا۔ (حاشیۃ الدسوقی: ۲/ ۲۴۹)۔

(ج) فاسق کی گواہی اور اس کی امامت مردود ہے، اور یہ اس کی انسانیت کا نقص ہے، اور ایک ناقص انسان عادل انسان کا کفو کیسے ہو سکتا ہے۔ (مطالب اولی النہی: ۵/ ۸۵)۔

۴-حنفیہ میں سے امام محمد نکاح میں دینی کفاءت کو معتبر نہیں مانتے۔ (بدائع الصنائع: ۲/ ۲۲۰) ان کی دلیل یہ ہے کہ دین کا تعلق آخرت سے ہے اور کفائت کا تعلق دنیا سے ہے، اس لئے نکاح میں دینداری کی قید درست نہیں ہے، البتہ اگر انسان کا فسق ظاہر ہو اور مضحکہ خیز حد تک ہو تو وہ کفو

نہیں ہو گا۔ لیکن فسق کے ساتھ دوسری اچھی خوبیاں اس میں موجود ہوں تو فسق باعث رد نکاح نہیں ہو گا۔(بدائع الصنائع:۲ / ۲۲۰)۔

ان چاروں اقوال اور ان کے دلائل کو دیکھنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ نکاح میں شوہر کا اسباب فسق سے خالی ہونا، اس کا نیک اور عادل ہونا یہ خاص بیوی کا حق ہے۔ اولیاء بھی اس حق میں شامل نہیں ہیں، اس لئے کہ شوہر کی اچھائی یا برائی اور اس کے تمام اثرات بیوی پر ہی مرتب ہوتے ہیں۔ اس لئے اگر کوئی عورت اپنے اس حق سے دستبردار ہو کر کسی فاسق سے شادی کر لیتی ہے تو اس کو ایسا کرنے کا حق حاصل ہونا چاہئے، البتہ شوہر کا فسق بسبب زنا ہو تو بیوی کو ایسے فاسق سے شادی کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی، جب تک کہ وہ توبہ نہ کر لے، اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ فاسق سے نکاح کے جواز اور عدم جواز کا معاملہ بہت حد تک عورت کی صواب دید پر موقوف ہے۔ لیکن ہم ڈاکٹر فاطمہ عمر نصیف کی اس رائے سے اتفاق رکھتے ہیں کہ "زوجین کی صالحیت اور نیک طینت، ان کا تقوی، ان کی خشیت، دینی احکام کی پاسداری، اور اخلاق حسنہ سے مزین ہونا، یہی وہ بنیادی اوصاف ہیں جن پر ازدواجی زندگی کی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ اور میاں بیوی کے رشتہ میں پائداری آتی ہے"۔

کتاب کو اردو قالب میں ڈھالنے کا فریضہ ہمارے ایک عزیز شاگرد شیخ سیف الرحمن حفظ الرحمن نے ادا کیا ہے، آپ ایک صالح اور سنجیدہ فکر کے حامل باصلاحیت اسلامی اسکالر ہیں، کتاب کے ترجمے سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عربی اور اردو دونوں زبانوں پر ان کو یکساں عبور حاصل ہے۔ ترجمہ نہایت سلیس اور نص کے مطابق ہے۔ عزیز موصوف سے مستقبل میں بہت سی

امیدیں وابستہ ہیں، اللہ تعالی ان کی زندگی اور علمی خدمات میں برکت عطا فرمائے اور ان کے اعمال صالحہ کو شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین!

کتاب کا موضوع نہایت حساس اور تقاضائے وقت کے مطابق ہے، اس لئے اس مفید اور علمی کتاب کی نشر واشاعت بڑے پیمانے پر ہونی چاہئے تاکہ اردو خواں طبقہ زیادہ سے زیادہ مستفید ہوسکے اور ذات پات، حسب ونسب کی سماجی برائی سے نجات حاصل کرسکے۔

کتاب کی طباعت واشاعت "**السلام سوشل ڈیولپمنٹ فاؤنڈیشن، پٹنہ**" ڈیولپمنٹ فاؤنڈیشن، پٹنہ کے ذیلی ادارہ "اسلامک اسٹڈیز سنٹر" کے زیر اشراف ہورہی ہے۔ جو گزشتہ کئی سالوں سے دعوتی، ثقافتی، اور سماجی میدانوں میں سرگرم عمل ہے، ادارہ کے ذمہ دار عزیز گرامی ڈاکٹر معراج عالم تیمی اور ان کے نوجوان وفعال رفقاء کار نے اس پلیٹ فارم سے مختصر وقت میں قابل قدر اور لائق ستائش خدمات انجام دیا ہے۔ فجزاہم اللہ خیرا۔

اس کتاب کی اشاعت کا فیصلہ اور اس کے پیغام کی بڑے پیمانہ پر تبلیغ ادارہ کے اراکین ومنسوبین کی نیک نیتی اور جذبہ عمل کو بیاں کرتا ہے۔ اللہ تعالی ان کی نیتوں میں اخلاص عطا فرمائے۔ اور اس کار خیر کو مؤلفہ کتاب، مترجم، مقدم اور ناشرین وجملہ معاونین کی نجات کا سبب بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

(ڈاکٹر) ارشد فہیم مدنی

مقدمہ

تمام تعریفات اس اللہ کے لئے ہے جس نے پیدا کیا اور صحیح سالم بنایا، جس نے (ٹھیک ٹھاک) اندازہ کیا اور پھر راہ دکھائی، افضل ترین درود اور پاکیزہ ترین سلام نازل ہو تمام مخلوقات کے سردار محمد بن عبد اللہ پر جنہیں پوری دنیا والوں کے لئے رحمت بنا کر مبعوث کیا گیا اور آپ کے آل واصحاب پر بھی۔

حمد وثناء کے بعد:

اس مقالہ کو تحریر کرنے کا سبب یہ ہے کہ کچھ اسلامی معاشرے میں آئے دن ہم یہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت کے عرف اور رسم ورواج کی طرف بہت تیزی سے لوگ بڑھ رہے ہیں، ان جاہلانہ رسم ورواج میں ایک خطرناک چیز قبائلی تعصب بھی ہے جو طبقاتی امتیازات، نفرت انگیز بھید بھاؤ اور حسب ونسب پر فخر ومباہات کی شکل میں نمودار ہو رہا ہے۔

اسلام نے انسانیت نواز تعلیمات کے ذریعہ جاہلیت کے تعصب کا خاتمہ کر دیا اور لوگوں کے درمیان فضیلت وبرتری کا واحد معیار تقوی اور عمل صالح کو قرار دیا، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ [سورۃ الحجرات:13].

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور اس لئے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو اور قبیلے بنا دئے ہیں، اللہ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے، یقین مانو کہ اللہ دانا اور باخبر ہے۔

نبی ﷺ نے اپنے ارشادات اور توجیہات کے ذریعہ اس مفہوم کی مزید تاکید فرمائی، امام بخاری نے ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ: (لوگوں میں سب سے

زیادہ باعزت انسان کون ہے ؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے باعزت وہ ہے جو سب زیادہ ڈرنے والا ہو)[1]۔

نبی ﷺ نے قولی اور فعلی دونوں سنتوں سے عقیدہ کے اعلی ترین اصول اور انسانیت کے بلند ترین مبادی کو لوگوں کے ذہن ودل میں راسخ فرمایا، ان اہم مبادی میں مساوات بھی شامل ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (یقینا تمہارا رب ایک ہے، تمہارا دین ایک ہے، تم سب کے والد آدم ہیں اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا، اس لئے کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ ہی کسی گورے کو کالے پر کوئی برتری حاصل ہے، سوائے تقوی کے)[2] ۔

اسلام نے اس عصبیت کی مخالفت کی اور اسے بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکا، کیوں کہ اس پر مرتب ہونے والے منفی اثرات امت اسلامیہ کے لئے انفرادی اور اجتماعی ہر دو سطح پر حد درجہ نقصان کا باعث ہیں، امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیاہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (میری امت میں جاہلیت کے چار ایسے اوصاف پائے جاتے ہیں جن سے وہ باز نہیں آنے والے: اپنے حسب پر فخر کرنا، دوسرے کے نسب پر طعن کرنا، نوحہ خوانی کرنا اور تاروں سے پانی کی امید رکھنا)[3] ۔

ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (اللہ نے تم سے جاہلیت کی نخوت اور اپنے باپ دادا پر فخر کو ختم کر دیاہے، اب لوگ مومن و متقی ہیں یا فاجر و بد بخت اور سارے لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنائے گئے ہیں)[4] ۔

---

(1) صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، باب خلق آدم، ج۴، ص ۱۱۱

(2) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، الحافظ الہیثمی، ج۸، ص ۹۸۴۰

(3) صحیح مسلم، ج۶، ص ۲۳۵، کتاب الجنائز، باب تحریم النیاحۃ

(4) الجامع الصحیح لسنن الترمذی، ج۵، کتاب المناقب، باب فضل الشام والیمن، ص ۶۹۱

امام صنعانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ: "اللہ تعالی نے حسب نسب پر فخر کرنے کو جاہلیت کی نخوت میں شمار کیا ہے، اس کے بعد بندہ مومن اس کو لائق اعتناء کیوں سمجھے اور اس پر کسی شرعی حکم کی بناء کیسے ڈالے)۔

گویا امام صنعانی مسلمانوں کو یہ تنبیہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اس سے دور رہیں اور باپ دادا پر فخر کرنے سے گریز کریں۔

دور حاضر میں عصبیت ایک بار پھر سر اٹھانے لگی ہے، لوگ حسب نسب پر فخر ومباہات کا کھلے عام مظاہرہ کرنے لگے ہیں، ہر انسان اپنے ہم جنس، اپنے ملک، وطن اور زبان وقوم کے تئیں تعصب کا شکار ہے، جس کے نتیجے میں مسلمان فرقوں اور ٹولیوں میں بٹ کر ایک دوسرے کے مخالف اور دشمن بنے بیٹھے ہیں، ان کا یہ عمل دین کی تعلیمات، عقیدہ کے اصول اور ان کی اس دینی وحدت کے منافی ہے جس کی بنیاد اخوت الٰہیہ پر ہے اور جس کے سوتے اللہ کے اس فرمان سے جاری ہوتے ہیں: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ [سورۃ الحجرات:10]. ترجمہ: سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں۔

﴿وَإِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ﴾ [سورۃ المؤمنون:52].

ترجمہ: یقیناً تمہارا یہ دین ایک ہی دین ہے اور میں ہی تم سب کا رب ہوں، پس تم مجھ سے ڈرتے رہو۔

اس دین کی بنیاد توحید اور وحدت پر ہے، یہ دونوں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہو سکتے، اس امت کے تمام افراد کی مثال ایسی ہی ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (مسلمانوں کے خون برابر ہیں اور وہ اپنے مخالفوں کے لیے ایک ہاتھ کی طرح ہیں، ان میں سے ادنیٰ شخص بھی کسی کو امان دے

سکتا ہے)[1]۔ مسلمان آپس میں ایک جسم کی طرح ہیں، جیسا کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:(مومنوں کی مثال ان کی دوستی اور اتحاد اور شفقت میں ایسی ہے جیسے ایک بدن کی (یعنی سب مؤمن مل کر ایک قالب کی طرح ہیں) بدن میں جب کوئی عضو درد کرتا ہے تو سارا بدن اس میں شریک ہو جاتا ہے، نیند نہیں آتی، بخار آجاتا ہے)[2]۔

آج ہمارے اندر سے یہ صفت کیوں غائب ہو چکی ہے؟ جاہلانہ عصبیت نے اسلامی اصول ومبادی پر کاری ضرب لگایا ہے اور عورتوں کو اپنا شکار بنالیا ہے، اس عصبیت سے خواتین کو جو نقصان پہنچا وہ کسی سے مخفی نہیں، مرد جب اپنے اور خاندان (ذات برادری) کے تئیں تعصب کا مظاہرہ کرتا ہے تو اپنی بہن بیٹیوں کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ اپنے خاندان وقبیلہ کے علاوہ کسی اور قبیلہ و خاندان میں شادی کرے، جس کے سبب شادی بیاہ کا معاملہ دشوار ہو جاتا ہے، شادی جو کہ انسانی فطرت کا تقاضہ، سماجی حاجت اور دنیاوی ضرورت ہونے کے ساتھ ہی نبی ﷺ کی سنت بھی ہے، وہ بالکل معطل ہو کر رہ جاتی ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:(میں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ جو میرے طریقہ سے بے رغبتی کرے وہ میری امت میں سے نہیں ہے)۔

اسلام دین فطرت ہے، جو انسان کے فطری تقاضوں، انسانی حقیقتوں اور اس کی سچی ضروریات کی روشنی میں اس کے ساتھ معاملہ کرتا ہے، جس ذات نے انسان کو خلقت عطا کی، اس نے اس کی فطرت میں شریک حیات کی ضرورت بھی پیدا فرمائی، بلکہ اللہ نے دنیا کی ہر مخلوق میں اس صفت

---

[1] عون المعبود شرح سنن ابی داؤد، ج ۱۲، ص ۲۶۰ / باب إيقاد المسلم من الكافر، اس کی سند حسن ہے۔

[2] صحیح مسلم: کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تراحم المؤمنین وتعاطفھم وتعاضدھم، ج ۱۶، ص ۱۴۰

کو قائم رکھا، اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ [سورۃ الذاریات: 49].

ترجمہ: اور ہر چیز کو ہم نے جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

پھر اللہ تعالی کی مشیئت یہ ہوئی کہ انسان کے جوڑوں کو ایسے تخلیق کرے کہ گویا ایک نفس دو حصوں میں منقسم ہو اور ہر ایک دوسرے کو مکمل کرے، اللہ فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً﴾ [سورۃ النساء: 1].

ترجمہ: اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔

انسانی زندگی کے لئے خاندان اولین تاسیس کار کی حیثیت رکھتا ہے، اس کی تشکیل میں سب سے بڑا اور مؤثر کردار اس کے خاندان کا ہی ہوتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ خاندان کے ذریعہ ہی یہ سب سے باعزت مخلوق انسان وجود میں آتا ہے، خاندان ہی انسانی سماج کو مختلف اسباب و عوامل کی روشنی میں بقاء و ترقی فراہم کرتا ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ خاندان ہی انسانی نفس کے ان دونوں حصوں (مرد و زن) کو یکساں طور پر سکونت، امن و قرار، عصمت و عفت اور عزت نفس عطا کرتا ہے، نفس کو سامان راحت اور اعضاء و جوارح کو سکون فراہم کرتا ہے: ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾ [سورۃ الروم: 21].

ترجمہ: اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے آرام پاؤ، اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کر دی، یقیناً غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔

﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ﴾ [سورة البقرة:187].

ترجمہ: وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو۔

ان آیتوں کی روشنی میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ بہت سے سرپرستوں نے حسب نسب کی جو شرط قائم کر رکھی ہے اس سے عورتوں کی شادی میں کافی رکاوٹ پیدا ہوئی ہے اور اس کے سبب ان خانوادوں میں بطور خاص عنوست (کنواری لڑکی کا بغیر شادی کے بوڑھی ہونا) کی شرح بڑھ رہی ہے جو مسلمانوں کے درمیان حسب نسب کی بنیاد پر بھید بھاؤ رکھتے ہیں، شادی ایک ایسی چیز ہے جس کے ذریعہ غیر بھی اپنے ہوجاتے ہیں، مختلف خاندان اور قبیلے کے لوگ رشتہ مصاہرت (سسرالی رشتہ) سے جڑ کر باہم بھائی بھائی ہوجاتے ہیں، اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا﴾ [سورة الفرقان:54].

ترجمہ: وہ ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا، پھر اسے نسب والا اور سسرالی رشتوں والا کر دیا، بلاشبہ آپ کا پروردگار ہر چیز پر قادر ہے۔

آج خواتین اس پریشانی سے باہر آنا چاہتی ہیں جو حسب نسب کے معاملے میں سرپرستوں کی غلط فہمی کے سبب پیدا ہوئی ہے، ان کی غلط فہمی کی وجہ یہ ہے کہ کچھ فقہاء نے عقیدے کے اصول کو نظر انداز کرتے ہوئے حسب نسب کو نکاح کے لئے شرط قرار دے دیا، اسی وجہ سے مجھے مناسب معلوم ہوا کہ اس مسئلہ پر مزید روشنی ڈالی جائی، اس سلسلے میں بحث وجستجو کی جائے اور بہت سارے مسلمانوں کو اس بابت جو شبہات ہیں ان کی وضاحت کی جائے، چنانچہ میں نے بغیر کسی جانبداری کے اس موضوع پر بحث وتحقیق کرنے کا عزم کیا، رب سے مدد طلب کی اور کتاب وسنت کی ضیاء بار کرنوں سے روشنی حاصل کرنے لگی، تاکہ اس تحقیق کی بنیاد کتاب وسنت پر ہو جو دین کے دو بنیادی اصول کی حیثیت رکھتے ہیں اور جن کی نیر وتاباں کرنوں سے ہمارے اسلاف

فقہاء کرام اور صحابہ وتابعین اوران کے نقش پا کی پیروی کرنے والے ان ائمہ اربعہ نے روشنی حاصل کی، جن کے مذاہب کی طرف مسلمانوں کا جمہور طبقہ منسوب ہے، ان اسلاف کرام رحمہم اللہ نے اپنے تمام اجتہادات، فتاوی اور اقوال کی بنیاد قرآن وسنت کے دلائل پر رکھا اور ان کو ہی اپنا مرجع بنایا، اور ایسے کسی قول کو ترک کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں کیا جو قرآن وسنت کے منافی تھا، خواہ قائل جتنا بھی عظیم ہو، کیوں کہ رسول ﷺ کا قول سب سے عظیم تر اور بہتر ہے اور آپ ﷺ کا قول ہی حجت ومرجع بھی ہے۔

اتباع سنت کے سلسلے میں ان کے اقوال بڑے مشہور ہیں: امام ابو حنیفہ النعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: (جب حدیث صحیح سند سے ثابت ہو تو وہی میرا مذہب ہے)[1]۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: (میں تو صرف ایک انسان ہوں، مجھ سے غلطی بھی ہوتی ہے اور میں کبھی حق پر بھی ہوتا ہوں، میری رائے میں غور وفکر سے کام لیا کرو، میری جو رائے کتاب وسنت کے موافق ہو اسے اختیار کرو اور جو رائے ان دونوں سے متصادم ہو، اسے ترک کردو)[2]۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اس بابت بہت سے اقوال منقول ہیں، ان کا ایک قول یہ ہے کہ: (ہر انسان سے نبی ﷺ کی بعض سنتیں مخفی رہ جاتی ہیں، میں اگر کوئی بات کہوں یا کوئی قاعدہ بیان کروں اور اس سلسلے میں نبی ﷺ کی کوئی حدیث ہو جو اس کی مخالفت کرتی ہو، تو حق بات وہی ہے جو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمائی ہے، اس رائے اور قاعدہ کی حیثیت صرف میرے قول کی ہے)[3]۔ ان کا

---

(1) حاشیۃ رد المختار لابن عابدین، ج۱، ص ۶۳

(2) الجامع لابن عبد البر: ج۲، ص ۳۲

(3) اعلام الموقعین، ج2، ص 363-364

ایک قول یہ بھی ہے کہ: (اگر تمہیں میری کتاب میں سنت نبوی ﷺ کے خلاف کوئی رائے یا قول ملے تو تم نبی ﷺ کی حدیث کو اختیار کرو اور میری رائے کو ترک کر دو)[1] ۔

جہاں تک امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی بات ہے تو وہ ان ائمہ اربعہ میں سب سے زیادہ سنت کے پاسدار و پابند رہے ہیں، ان کا قول ہے کہ: (اوزاعی، مالک اور ابو حنیفہ کے آراء بھی میری رائے ہی کی طرح ہیں، یہ تمام آراء میرے نزدیک برابر ہیں، رہی بات حجت اور دلیل کی تو وہ صرف نبی ﷺ کی احادیث میں ہے)[2] ۔

نبی ﷺ کی صحیح احادیث کو لازم پکڑنے اور اندھی تقلید سے باز رہنے کے سلسلے میں ائمہ اربعہ کے یہ چند اقوال تھے۔ یہ ایک اہم مسئلہ ہے جس کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کرانا میرا مقصود ہے تاکہ کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو سکے کہ اس مقالہ کے اندر ان معتمد علیہ مذاہب اربعہ کی مخالفت کی گئی ہے، کیوں کہ صحیح حدیث پر عمل کرنا، گرچہ وہ اقوال ائمہ کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، ان کے مذاہب سے روگردانی نہیں بلکہ ان کے مسالک کے عین موافق ہے، اس لئے کہ صحیح حدیث کو محض اس وجہ سے ترک کرنا کہ وہ ان ائمہ کی رائے کے خلاف ہے، بذات خود ان کے مذکورہ اقوال کے منافی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ان مشہور ائمہ اربعہ کے شاگردوں نے بعض مسائل میں اپنے اساتذہ سے اختلاف کیا ہے، مثال کے طور پر محمد بن الحسن اور ابو یوسف رحمہا اللہ کو لے لیجئے، انہوں نے اپنے اجتہادات کی بناء پر کچھ مسئلوں میں اپنے استاد ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے سے مختلف رائے اختیار کیا

---

(1) المجموع للنووی، ج ۱، ص ۶۳

(2) الجامع لابن عبد البر: ج 2، ص 149

ہے، ان مسائل میں مذہب حنفی کے ایسے احکام بھی شامل ہیں جن کی بنیاد ضعیف احادیث پر ہے یا ان کی نظر میں زیادہ صحیح روایتوں کی رو سے وہ احادیث ضعیف قرار پائی ہیں۔

یہ وہ چند اسباب ہیں جن سے مجھے یہ تحریک ملی کہ ان دلائل کی تحقیق کی جائے جن کی بنیاد پر فقہاء نے نکاح کے لئے کفو اور حسب نسب کو شرط قرار دیا ہے، تاکہ ان دلائل کی صحت اور ضعف کا یقینی علم حاصل ہو سکے، اگر دلیل صحیح ہوئی تو حکم بھی صحیح قرار پائے گا اور اگر دلیل درست نہ ہو تو حکم بھی باطل قرار پائے گا۔

اس مقالہ میں اسی مسئلہ کو موضوع بحث بنا گیا ہے، یہ ایک مہتم بالشان مسئلہ ہے جس کی وجہ سے سماجی نظام، شادی بیاہ کے احکام اور نکاح و پیغام کے سلسلے میں بہت سی رکاوٹیں اور بندشیں پیدا ہوتی ہیں، یہ ایسا معاملہ ہے جسے میں نے اپنی عملی زندگی میں بہت قریب سے دیکھا اور محسوس کیا ہے اور آئے دن کے پیش آمدہ مسائل میں بچشم خویش اس کا مشاہدہ کیا ہے، امید ہے کہ اللہ تعالی اس کتاب کے ذریعہ تنگی کے بعد کشادگی پیدا کر دے اور مشکل کے بعد آسانی کی راہ نکال دے، دعا ہے کہ ذات باری! اس عمل کو محض اپنی رضا اور خوشنودی کے لئے خالص کر لے۔

ریسرچ اسکالر:

ڈاکٹر فاطمہ عمر نصیف

نکاح میں کفو کی شرط

زوجین کے درمیان مناسب نفسیاتی ماحول پیدا کرنے کے لئے خاندان والے صالحیت ونیک مزاجی اور کفو وبرابری کی تلاش کرتے ہیں تاکہ باہمی اشتراک سے انفرادی اور سماجی سطح پر مثبت کردار ادا کیا جاسکے۔ یہی وہ چیز ہے جس کی بنیاد پر فقہاء نے نکاح میں کفو وہمسری اور یکساں اوصاف کو شرط کا درجہ دے دیا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا واقعی نکاح کے لئے کفو وہمسری شرط ہے؟ اور وہ کون سے اوصاف ہیں جن کا اعتبار کیا جائے گا؟ اور کون سے اوصاف ایسے ہیں جن کا اعتبار نہیں کیا جائے گا؟ مزید یہ کہ کیا حسب نسب، پیشہ اور مال ودولت ان اوصاف میں شامل ہیں جن کا اعتبار کیا جانا چاہئے؟ یہی وہ سوالات ہیں جن کا جواب اس مقالہ کے اندر پیش کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

کفو کی تعریف:

لغت میں کفو[1]: برابری اور یکسانیت کو کہتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ فلاں انسان فلاں انسان کا کفو ہے ،یعنی اس کا ہمسر ہے، کفو کے معنی ہم مثل کے ہوتے ہیں، اسی سے اللہ کا یہ فرمان بھی ہے کہ: ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾ [سورۃ الإخلاص:4]. ترجمہ: اور اس کا کوئی ہمسر نہیں۔

نیز اللہ کے نبی ﷺ کا یہ ارشاد بھی اس معنی پر دلالت کرتا ہے: (مسلمانوں کے خون برابر ہیں اور ان میں سے ادنی شخص بھی کسی کو امان دے سکتا ہے)[2] ۔یعنی تمام مسلمانوں کا خون یکساں ہے، خون کے معاملہ میں مسلمانوں کے درمیان ادنی اور اعلی کا کوئی فرق نہیں ہے۔

---

[1] دیکھیں: لسان العرب، ص۲۶۹، حرف کاف

[2] اس حدیث کو امام احمد، نسائی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے: کتاب الدیات، حدیث نمبر: ۴۵۴۱/ باب ایقاد المسلم بالکافر، اس حدیث کی سند حسن ہے، جامع الأصول، ج۱۰، ص۲۹۵

کفو کی اصطلاحی تعریف[1] : شوہر کا بیوی کے ہمسر ہونا۔ یہ دراصل خاص چیزوں میں میاں بیوی کے درمیان مساوات قائم رکھنے کے ہم معنی ہے، دوسرے الفاظ میں کفو یہ ہے کہ مرد، اوصاف وشمائل کے معاملے میں عورت کے ہم مثل ہو، نہ کہ اس سے کمتر۔

کیا نکاح میں کفو شرط ہے؟

اس سلسلے میں فقہاء کے دو آراء ہیں:

پہلی رائے: علماء احناف میں سے ابو الحسن الکرخی اور جصاص، نیز سفیان ثوری اور حسن بصری کی رائے یہ ہے کہ بنیادی طور پر نکاح کے لئے کفو شرط نہیں ہے، نہ ہی نکاح کی درستگی کے لئے اور نہ ہی نکاح کے لزوم کے لئے، ان کے دلائل یہ ہیں:

١-اللہ تعالی کا فرمان: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ﴾ [سورۃ الحجرات: 13].

ترجمہ: اور اللہ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔

٢- نبی ﷺ کی حدیث: (لوگ کنگھے کے دانے کی طرح برابر ہیں، کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی برتری نہیں، برتری کا معیار صرف تقوی وپرہیز گاری ہے)۔

٣-اللہ تعالی کا ارشاد: ﴿ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا﴾ [سورۃ الفرقان:54].

ترجمہ: وہ ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا۔

ان دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کے درمیان پورے طور پر مساوات پائی جاتی ہے۔

---

[1] کتاب التعریفات للجرجانی علی بن محمد بن علی، ص ٢٣٧، الاحوال الشخصیۃ، محمد أبوزھو، ص ١٣٦

۴-اللہ کے رسول ﷺ نے بنی بیاضہ (قبیلہ) کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی بچیوں سے ابو ھند (قبیلہ) کی شادی کرائیں جو کہ حجام تھے، آپ ﷺ نے فرمایا:(بنی بیاضہ کے لوگو! ابو ھند سے تم (اپنی بچیوں کی) شادی کراؤ اور (ان کی بچیوں سے شادی کرنے کے لئے) تم انہیں نکاح کا پیغام دو)[1]۔

۵-حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کسی انصاری خاندان میں اپنا پیغام بھیجا، لیکن انہوں نے شادی کرانے سے انکار کر دیا، اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: انہیں کہو کہ اللہ کے رسول ﷺ تمہیں یہ حکم دیتے ہیں کہ اپنی لڑکی سے میری شادی کرادو)[2]۔

کفو اور ہمسری نہ ہونے کے باوجود بھی نبی ﷺ نے شادی کرانے کا حکم دیا، اگر کفو معتبر ہوتا تو آپ ہر گز اس کا حکم نہ دیتے اور بغیر کفو کے شادی کرانا غیر مامور بہ قرار پاتا۔

۶-ان فقہاء نے جرائم کے شرعی احکام[3] کو بھی اپنی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے کہ جس طرح ہر انسان کا خون برابر ہے، شریف انسان کو رذیل انسان کے بدلے اور عالم کو جاہل کے بدلے قتل کیا جائے گا، اسی طرح نکاح میں بھی برابری کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، جب جرائم میں کفو کا کوئی معنی نہیں تو نکاح میں بدرجہ اولی یہ ایک بے معنی شیء ہے۔

دوسری رائے: نکاح میں کفو شرط ہے:

[1] اس حدیث کو امام ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے، ج ۲، ص ۵۷۰ / کتاب النکاح، باب الکفاءۃ

[2] فتح الباری بشرح صحیح البخاری: ج۸، ص۱۰۸-۱۱۰

[3] شرح فتح القدیر للامام کمال الدین عبد الواحد، ج۳، ص۱۸۶

یہ جمہور فقہاء کی[1] رائے ہے، البتہ ان کے درمیان بھی اس بارے میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے، کچھ فقہاء کفو کو شرط لزوم مانتے ہیں تو کچھ اسے نکاح کی درستگی کے لئے شرط قرار دیتے ہیں، لیکن حنابلہ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ نکاح میں کفو شرط نہیں ہے، اس رائے کے دلائل یہ ہیں:

۱- نبی ﷺ سے مروی یہ حدیث: "خبردار، عورتوں کی شادی صرف ان کے اولیاء ہی کرائیں اور ان کی شادی ان کے کفو وہمسر سے ہی کرائی جائے"[2]۔

۲- علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: "علی! تین چیزوں میں دیر نہ کرو: نماز میں جب اس کا وقت ہو جائے، جنازہ میں جب وہ آجائے اور بلا شوہر کی عورت (کے نکاح) میں جب تم اس کا کفو (مناسب ہمسر) پالو"[3]۔

۳- عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (اپنے نطفوں کے لئے نیک عورت کا انتخاب کرو، اوراپنے برابر والوں سے نکاح کرو، اورانہی کو اپنی بیٹیوں کے نکاح کا پیغام دو)[4]۔

---

(1) المغنی لابن قدامہ، ج۷، ص۳۰، حاشیۃ رد المختار لابن عابدین، ج۳، ص۸۴، شرح فتح القدیر عبد الواحد، ج۳، ص۱۸۸، المجموع للنووی، ج۱۶، ص۱۸۴اور اس کے بعد۔

(2) اسے امام دار قطنی نے روایت کیا ہے، لیکن ابن عبد البر کہتے ہیں: یہ حدیث ضعیف ہے، اس کی کوئی اصل نہیں، اس طرح کی حدیث سے حجت پکڑنا درست نہیں، امام البانی نے إرواء الغلیل میں اسے موضوع کہا ہے: ج۶، ص۲۶۴

(3) الجامع الصحیح سنن الترمذی ج۳، ص۳۸۷، ابو عیسی کہتے ہیں کہ: یہ حدیث غریب ہے اور میں اس کی سند متصل نہیں پاتا۔

(4) سنن ابن ماجہ ج۱، ص۲۳۳، زوائد سنن ابن ماجہ میں آیا ہے کہ: اس حدیث کی سند میں الحارث بن عمران المدنی ہیں جن کے بارے میں ابو حاتم کہتے ہیں کہ: وہ قوی راوی نہیں ہے، ان کی روایت کردہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے، دار قطنی کہتے ہیں کہ: یہ متروک راوی ہے۔

۴- محمد سے کتاب الآثار میں مروی ہے، وہ ابو حنیفہ سے اور وہ ایک (مبہم) شخص سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن الخطاب نے کہا کہ: (میں حسب نسب والی خواتین کی شادی ان کے کفو اور ہمسر کے علاوہ کسی سے نہیں ہونے دوں گا)[1] ۔

۵- غزوہ بدر کا واقعہ: (قریش کے تین شہسوار نکلے جو سب کے سب ایک ہی خاندان کے تھے۔ ایک عتبہ بن ربیعہ اور دوسرا اس کا بھائی شیبہ بن ربیعہ اور تیسرا ولید بن عتبہ۔ مقابلے کے لئے انصار کے تین نوجوان نکلے۔ ایک عوف رضی اللہ عنہ، دوسرے معاذ رضی اللہ عنہ، یہ دونوں عفراء کے بیٹے تھے، تیسرے عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، قریشیوں نے کہا: تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے کہا: ہم انصار کی ایک جماعت ہیں۔ قریشیوں نے کہا: آپ لوگ شریف مد مقابل ہیں لیکن ہمیں آپ سے سروکار نہیں۔ ہم تو اپنے چچیرے بھائیوں کو چاہتے ہیں۔ پھر ان کے منادی نے آواز لگائی: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے پاس قوم کے ہمسروں کو بھیجو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ! اٹھو۔ حمزہ رضی اللہ عنہ! اٹھئے، علی رضی اللہ عنہ! اٹھو۔)[2] ۔

اس واقعہ سے دلیل پکڑتے ہوئے احناف کہتے ہیں کہ: (جب ہمسری و برابری جنگ کے میدان میں قابل اعتبار ہو سکتی ہے جو کہ چند لمحات کے لئے منعقد ہوتی ہے، تو بھلا اس کا اعتبار نکاح میں کیوں نہ ہو جب کہ نکاح زندگی بھر کے لئے کیا جاتا ہے)[3] ۔

---

[1] اسے امام دار قطنی نے اسحاق بن بہلول کے طریق سے روایت کیا ہے، حدیث نمبر: ۴۱۵، اسی طرح امام بیہقی نے بھی ضعیف سند سے روایت کیا ہے: ج ۷، ص ۱۳۳۔

[2] اس واقعہ کی ایک روایت ابن ہشام کی کتاب السیرۃ النبویۃ: ج ۱، ص ۱۹۵ اور صفی الرحمن مبارکپوری کی کتاب الرحیق المختوم: ص ۲۴۰ میں موجود ہے۔

[3] شرح فتح القدیر للامام کمال الدین عبد الواحد، ج ۳، ص ۱۸۵-۱۸۶، حاشیۃ رد المختار، ج ۳، ص ۸۴

٦-انہوں نے ایک عقلی دلیل بھی پیش کی ہے[1] ، کہتے ہیں کہ:(یہ یقینی بات ہے کہ عموما میاں بیوی کے معاملات اسی وقت بہتر ہوتے ہیں جب دونوں کے درمیان ہمسری اور برابری پائی جاتی ہو، کیوں کہ شریف خاتون اپنے سے ادنی اور معمولی انسان کے ساتھ ہم بستری کے لئے آمادہ نہیں ہوسکتی)۔یہی صورت حال عورت کے سرپرستوں کے ساتھ بھی ہے ، ایسے لوگوں سے رشتہ مصاہرت کرنا ان کے لئے باعث عار ہوتا ہے جو جاہ وحشمت اور حسب نسب میں ان کے ہمسر نہ ہوں، اگر وہ کر بھی لیں تو رشتے میں دڑاڑ آجاتا ہے اور تعلقات کمزور پڑ جاتے ہیں، کیوں کہ شوہر تو عام طور پر ہمسری کے فقدان سے متاثر نہیں ہوتا، لیکن بیوی کے اوپر رسم ورواج کا بہت زیادہ اثر پڑتا ہے۔

دلائل کا موازنہ اور ترجیح:

جن لوگوں نے کفو کو نکاح کے لئے شرط قرار دیا ہے، ان کے دلائل کا مناقشہ کرنے سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

١- جن دلائل سے انہوں نے استدلال کیا ہے، وہ سارے ضعیف ہیں، ان سے حجت نہیں پکڑی جا سکتی، امام الکمال بن الھمام کہتے ہیں کہ:(یہ دلائل ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتے ہیں، کثرت اور شواہد کی بنیاد پر قابل احتجاج بن جاتے ہیں اور ان کا مرتبہ حسن تک پہنچ جاتا ہے، کیوں کہ گمان یہ ہے کہ ان احادیث کا معنی صحیح اور نبی ﷺ سے ثابت ہے)[2] ۔ لیکن علم الحدیث میں یہ بات مشہور ہے کہ ضعیف احادیث شواہد کی وجہ سے اگر حسَن درجہ کو پہنچ جائے جسے حسن لغیرہ کہا جاتا ہے، تو یہ ضروری ہے کہ یہ احادیث ایسی صحیح احادیث سے متصادم نہ ہوں جو صحت اور حسن

---

[1] سابق مرجع

[2] سابق مرجع

میں ان سے زیادہ قوی ہوں، یہاں تک کہ حسن لذاتہ سے بھی اس کا تصادم نہیں ہونا چاہئے، جب کہ زیر بحث مسئلہ میں ایسا نہیں ہے، بلکہ جتنی بھی صحیح احادیث اس سلسلے میں وارد ہوئی ہیں، وہ سب کے سب مذکورہ فریق کے دلائل کے مخالف ہیں، اسی بناء پر ان دلائل سے استدلال کرنا باطل قرار پاتا ہے۔اس کی مزید تفصیل مقالہ کے اخیر میں پیش کی جائے گی۔

۲- غزوہ بدر کے واقعہ سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیوں کہ یہ قیاس ہی بے محل ہے، اس لئے کہ جنگ کے حالات جن صفات کے متقاضی ہوتے ہیں وہ نکاح کے لئے لازم نہیں، نیز یہ کہ ہمسری دین کی نصرت کے لئے مطلوب ہے، ہو سکتا ہے کہ نبی ﷺ نے اس مصلحت سے ان کے مطالبہ کو پورا کر دیا ہو کہ جاہلیت میں ان کے نزدیک بہادری کا جو معیار تھا، اس کے مطابق دشمن کے ساتھ معاملہ کیا جائے، تاکہ انہیں یہ غلط فہمی نہ ہو کہ مسلمان ان سے خائف ہیں یا ان کے اندر بزدلی ہے، نیز یہ کہ مسلمانوں کو بھی ایسا نہ لگے کہ نبی ﷺ اپنے اہل خانہ اور خاص لوگوں کو جنگ میں دشمنوں کے مقابلے کے لئے نہیں بھیجتے، اگر نبی ﷺ کو اس کا پورا اختیار دیا جاتا اور دشمنوں نے مطالبہ نہ کیا ہوتا تو ممکن تھا کہ آپ ﷺ کا انتخاب کچھ اور ہوتا۔

۳- رہی بات ان کی عقلی دلیل کی تو اس کی بنیاد عرف پر ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ عرف کب معتبر ہوتا ہے اور کب اس کا اعتبار نہیں ہوتا؟ کن حالات میں عرف کو شریعت کا درجہ دیا جاتا ہے؟ اصول فقہ میں یہ ایک معلوم سی بات ہے کہ عرف جب شریعت کے موافق ہو تو اس سے استدلال کرنا درست ہے، اور جب وہ دین کے اصول ومبادی کے مخالف ہو تو اس کا اعتبار کرنا جائز نہیں۔ اصول فقہ کی کتابوں میں آیا ہے کہ: (صحیح عرف وہ ہے جس سے لوگ متعارف ہوں اور اس سے کسی شرعی دلیل کی مخالفت نہ ہوتی ہو، نہ کوئی حرام کردہ چیز حلال ہوتی ہو اور نہ کسی واجب امر کا بطلان لازم آتا ہو، جہاں تک فاسد اور غیر معتبر عرف کی بات ہے تو اس سے مراد وہ

عرف ہے جو لوگوں کے درمیان متعارف تو ہو لیکن اس سے شریعت کی کسی دلیل کی مخالفت ہوتی ہو، حرام کی حلت اور وجوب کا بطلان لازم آتا ہو)[1] ۔

چوں کہ زیر بحث مسئلہ میں عرف کو معتبر ماننے سے ان صحیح احادیث کی مخالفت لازم آتی ہے جن سے پہلی رائے کے قائلین نے استدلال کیا ہے، اس لئے یہاں پر عرف کا اعتبار کرنا درست نہیں ہو گا۔

مذکورہ موازنہ کی رو سے پہلی رائے راجح قرار پاتی ہے کیوں کہ اس کے زیادہ تر دلائل ثابت شدہ اور صحیح ہیں۔

وہ اوصاف جنہیں فقہاء نے کفو کے لئے شرط قرار دیا ہے:

فقہاء نے کفو کے لئے بہت سے اوصاف کو شرط قرار دیا ہے، منجملہ طور پر انہیں ذیل میں ذکر کیا جا رہا ہے:

دین- آزادی- نسب (مقام و مرتبہ)- مال (فراخی)- پیشہ (صنعت)- عیوب سے سلامتی (حالت)۔

علامہ حموی[2] نے کفو کے لازمی اوصاف کو ان اشعار میں قلم بند کیا ہے:

إن الکفاءۃ فی النکاح تکون فی　　ست لھا بیت بدیع قد ضبط
نسب و إسلام کذا حرفۃ　　حریۃ و دیانۃ مال فقط

ترجمہ: نکاح کے لئے چھ چیزوں میں کفو وہمسر ہونا ضروری ہے، جنہیں ایک عمدہ شعر کے اندر ڈھال دیا گیا ہے۔ نسب، اسلام اور پیشہ۔ آزادی، دیانت اور مال۔

---

(1) علم اصول الفقہ، عبد الوھاب خلاف: ص۸۹-۹۰

(2) حاشیۃ رد المختار لابن عابدین: ج۳، ص۸۶

حنفیہ کے نزدیک[1] مذکورہ تمام امور میں کفو ہونا ضروری ہے، سوائے عیوب سے سلامتی کے۔

شافعیہ کے نزدیک مذکورہ تمام امور میں کفو ہونا چاہئے، تاہم خوشحالی ومالداری کے بارے میں ان کے یہاں اختلاف پایا جاتا ہے۔

مالکیہ کے نزدیک دین، آزادی اور حالت (عیوب سے سلامتی) کے معاملے میں کفو ہونا ضروری ہے۔

حنابلہ کے دو اقوال ہیں:

۱- عیوب سے سلامتی کے علاوہ تمام امور میں کفو ہونا شرط ہے۔

۲- دین اور مقام ومرتبہ (حسب نسب) میں کفو ہونا ضروری ہے۔ یہی ان کے نزدیک راجح بھی ہے۔

ذیل کے سطور میں تفصیل کے ساتھ ان فقہاء کے اقوال، ان کے دلائل اور ان دلائل کا علمی مناقشہ پیش کیا جارہاہے، تاکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ہم یہ جان سکیں کہ کون سے اوصاف قابل اعتبار ہیں؟ اور کون سے اوصاف ایسے ہیں جن کا اعتبار کرنا درست نہیں؟۔

پہلا وصف:

آزادی: یہ غلامی کی ضد ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ شوہر غلام نہ ہو۔

شافعیہ کہتے ہیں کہ: (غلام، آزاد کے لئے کفو نہیں ہو سکتا، اللہ تعالی کا یہ فرمان اس کی دلیل ہے:

﴿ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا عَبْدًا مَمْلُوكًا لَا يَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ وَمَنْ رَزَقْنَاهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَجَهْرًا هَلْ يَسْتَوُونَ﴾ [سورۃ النحل:75].

---

[1] سابق مرجع

ترجمہ: اللہ تعالی ایک مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک غلام ہے دوسرے کی ملکیت کا، جو کسی بات کا اختیار نہیں رکھتا اور ایک اور شخص ہے جسے ہم نے اپنے پاس سے معقول روزی دے رکھی ہے، جس میں سے وہ چھپے کھلے خرچ کرتا ہے، کیا یہ سب برابر ہو سکتے ہیں؟

ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آزاد خاتون کے لئے یہ عار کی بات ہے کہ وہ کسی غلام کی ماتحتی میں رہے، اوران دونوں کے درمیان کوئی مساوات وہمسری نہ ہو، بریرہ کو جب غلام کی ماتحتی سے آزاد کر دیا گیا تو نبی ﷺ نے انہیں اختیار دیا، اس حدیث کی رو سے جب کنیز خاتون کو آزادی ملنے کے بعد اختیار دیا جا سکتا ہے تو ایک آزاد خاتون کو نکاح کے وقت بدرجہ اولی اختیار دیا جانا چاہئے، کیوں کہ جو اس سے شادی کرے گا اس کے اوپر بیوی اور اہل وعیال کے اخراجات عائد ہوں گے، جنہیں خوشحال ومالدار انسان کی طرح کوئی غلام انسان ادا نہیں کر سکتا)[1]۔

شرطِ حریت کے سلسلے میں احناف کے یہاں تفصیل پائی جاتی ہے، وہ کہتے ہیں:

(غلام کسی ایسی عورت کا ہمسر نہیں ہو سکتا جو اصلا آزاد ہو، اسی طرح آزاد کردہ غلام بھی مطلقا آزاد خاتون کا کفو نہیں ہو سکتا، وہ غلام جس کے والد کو غلامی سے آزاد کیا گیا ہو، اس عورت کا کفو نہیں ہو سکتا جس کے والدین اصلا آزاد ہوں، اس کی وجہ یہ ہے کہ غلامی، کفر کے آثار میں سے ایک اثر ہے اور اس میں ذلت وپستی کا معنی پایا جاتا ہے)[2]۔

اس معاملہ میں شافعیہ ان کے ساتھ ہیں، وہ کہتے ہیں کہ: (جو انسان پورے طور پر غلام ہو، یا اس کا کچھ خاص حصہ غلام ہو، یا وہ مکاتب (قسطوں پر آزاد ہونے والا) غلام ہو، وہ کفو نہیں ہو سکتا، حتی

---

(1) المجموع للنووی: ج۱٦، ص ۱۸۲-۱۸۸

(2) کتاب المبسوط للسرخسی: ج۵، ص ۲۴

کہ آزاد کردہ کنیز کا بھی کفو نہیں ہو سکتا، آزاد کردہ غلام، آزاد کردہ کنیز کا کفو ہے، وہ کسی مطلق آزاد خاتون کا کفو نہیں ہو سکتا کیوں کہ وہ مرتبہ میں اس سے ادنی ہے)[1] ۔

حنابلہ کا موقف یہ ہے کہ: (آزادی کفو کے شروط میں سے ہے، غلام کسی آزاد عورت کا کفو نہیں ہو سکتا، کیوں کہ جب بریرہ کو ایک غلام کی ماتحتی سے آزادی مل گئی تو نبی ﷺ نے انہیں اختیار دیا، جب (بعد میں) لاحق ہونے والی آزادی کی بناء پر اختیار دینا ثابت ہے تو اصلی آزادی کی بناء بدرجہ اولی اختیار دیا جانا چاہئے، کیوں کہ غلامی بذات خود ایک نقص ہے اور اس کا نقصان بھی ظاہر ہے، غلام اپنے مالک کے حقوق ادا کرنے میں اتنا مشغول ہوتا ہے کہ بیوی کے لئے وقت نہیں نکال پاتا، بلکہ خود اپنے آپ کے لئے وہ معدوم کی حیثیت رکھتا ہے، لیکن غلامی، نکاح کی درستگی پر اثر انداز نہیں ہوتی، کیوں کہ نبی ﷺ نے بریرہ سے فرمایا کہ: کاش تم اس سے رجوع کر لیتی۔ انہوں نے کہا: کیا یہ آپ کا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: میں صرف سفارش کر رہا ہوں۔ بریرہ نے کہا: مجھے اس کی حاجت نہیں)[2] ۔ اس حدیث میں رجوع کرنے کا مطلب از سر نو نکاح کرنا ہے، اس لئے کہ جیسے ہی بریرہ کو اختیار ملا، اس کا نکاح فسخ ہو گیا، نیز یہ کہ نبی ﷺ کا یہ سفارش کرنا کہ بریرہ غلام سے نکاح کرے، اس بات کی دلیل ہے کہ نکاح درست ہو گا۔)[3] ۔

گویا حنابلہ بھی شرطِ حریت کے سلسلے میں احناف اور شافعیہ کے ساتھ ہیں، لیکن ان کا یہ بھی ماننا ہے کہ اگر یہ شرط نہ بھی پائی جائے تو بھی نکاح صحیح ہو گا۔ نیز شافعیہ کے نزدیک یہ بھی شرط ہے

---

[1] مغنی المحتاج إلی معرفة ألفاظ المنهاج للشربيني: ج۳، ص ۱۶۵

[2] فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج۹، ص ۱۶۵

[3] المغنی لابن قدامة: ج۷، ص ۲۷

کہ آزادی حقیقی ہونی چاہئے (نہ کہ لاحق شدہ)، ان کا یہ قول اس کی بیّن دلیل ہے: (آزاد کردہ غلام کسی حقیقی آزاد خاتون کا کفو نہیں ہو سکتا، کیوں کہ وہ اس سے کمتر ہے)[1]۔

لاحق شدہ آزادی (پہلے غلام ہو، پھر آزاد کر دیا جائے) کی وجہ سے مرد، کسی (حقیقی) آزاد خاتون کے لئے کفو نہیں ہو سکتا، امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: (مصنف کا قطعی طور پر یہ کہنا کہ آزاد کردہ غلام، حقیقی آزاد خاتون کے لئے کفو نہیں ہو سکتا، اس کی نہ تو عرف سے تائید ہوتی ہے اور نہ ہی کسی شرعی دلیل سے، اس لئے اس مسئلہ میں توقف ہی کیا جائے گا)[2]۔

گزشتہ تمام دلائل سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ آزادی نکاح کے لئے شرط ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے بریرہ کو اختیار دیا، کیوں کہ آزادی حاصل ہونے کے بعد ان کے شوہر ان کے لئے کفو نہیں رہے تھے۔

دوسرا وصف:

مال: جسے بعض فقہاء نے خوش حالی سے بھی تعبیر کیا ہے۔

اس سے مراد شوہر کی مادی صورت حال اور اس کی مالی استطاعت ہے، اسے مذہب حنابلہ نے ایک روایت میں، بعض شافعیہ اور احناف نے کچھ تفصیلات کے ساتھ شرط قرار دیا ہے۔

شافعیہ کے یہاں خوش حالی کے معاملے میں اختلاف پایا جاتا ہے، المجموع میں آیا ہے کہ: (ہمارے مذہب کے علماء کے درمیان مالدار کے سلسلے میں اختلاف پایا جاتا ہے، کچھ کہتے ہیں کہ: اس کا اعتبار کیا جائے گا، اس لئے فقیر و نادار انسان مالدار عورت کا کفو نہیں ہو سکتا ہے، کیوں کہ سمرۃ کی روایت میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (حسب مال کو کہتے ہیں اور کرم سے مراد تقوی ہے)

---

(1) مغنی المحتاج إلی معرفۃ ألفاظ المنہاج للشربینی: ج ۳، ص ۱۶۵

(2) سابق مرجع

[1]۔اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ فقیر کے اخراجات مالدار کے اخراجات سے کم ہوتے ہیں۔یہ بعض شوافع کی رائے ہے۔جب کہ بعض یہ کہتے ہیں کہ:مالداری کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کیوں کہ مال آنے جانے والی چیز ہے اور اخلاق و مروءت والے مال پر فخر نہیں کیا کرتے)[2] ۔

احناف کہتے ہیں کہ مال سے مراد:یا تو مالداری وخوش حالی ہے یا یہ کہ اس کے پاس مہر اور نان ونفقہ کی ملکیت ہو۔ان کا کہنا ہے کہ:(امام ابو حنیفہ اور محمد رحمہا اللہ کی رائے ہے کہ مالداری میں کفو کا اعتبار کیا جائے گا،اس لئے خوش حال وفارغ البال خاتون کے لئے وہ انسان کفو نہیں ہو گا جس کے پاس صرف مہر اور نان ونفقہ کی صلاحیت ہو،کیوں کہ لوگ مالداری وخوش حالی پر فخر کرتے ہیں اور فقر کو باعث عار سمجھتے ہیں۔ابو یوسف نے اس رائے کی مخالفت کی ہے،وہ کہتے ہیں کہ:مالداری کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کیوں کہ مال کو ثبات نہیں،مال آنے جانے والی چیز ہے)[3] ۔حنفیہ کہتے ہیں کہ:(مال ودولت میں کفو کا اعتبار کیا جائے گا،اس کی حد یہ ہے کہ اس کے پاس مہر کی ملکیت اور نان ونفقہ کی صلاحیت ہو،مذہب حنفی کی ظاہری روایت کے مطابق یہ معتبر چیز ہے،چنانچہ جس کے پاس مہر کی ملکیت اور نان ونفقہ کی صلاحیت نہ ہو،یا ایک ہو دوسرا نہیں،تو وہ کفو نہیں ہو سکتا)[4] ۔

مالداری کے سلسلے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی دو روایتیں ہیں:

---

[1] اس حدیث کو امام ترمذی نے کتاب التفسیر میں روایت کیا ہے:حدیث نمبر ۳۲۶۷،ترمذی کہتے ہیں کہ:یہ حدیث حسن غریب ہے،ہم اسے صرف سلام بن ابی مطیع کی روایت سے جانتے ہیں۔

[2] امام نووی کی کتاب المجموع:ج۱۶،ص ۱۸۲

[3] شرح فتح القدیر:ج3،ص192-193

[4] سابق مرجع

ایک یہ کہ: مالداری کفو کے لئے شرط ہے، کیوں کہ حدیث نبوی ﷺ ہے: (حسب سے مراد مال ہے)[1] ۔ نیز یہ کہ: (دنیا میں لوگوں کے درمیان شرافت کا معیار یہ مال ہی ہے)[2] ۔ مزید یہ کہ آپ ﷺ کو جب فاطمہ بنت قیس نے بتایا کہ معاویہ نے انہیں پیغامِ نکاح دیا ہے تو آپ نے فرمایا: (رہے معاویہ تو وہ غریب آدمی ہیں ان کے پاس مال نہیں ہے)[3] ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شوہر کی تنگ حالی خوش حال خاتون کے لئے نقصان کا باعث ہوتی ہے۔

دوسری یہ کہ: مال داری کفو کے لئے شرط نہیں ہے، کیوں کہ فقر و مسکنت دین میں شرف کی بات ہے، آپ ﷺ کی حدیث ہے کہ: (اے اللہ مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ اور مسکین بنا کر فوت کر)[4] ۔ نیز یہ کہ فقیری و مسکینی کوئی دائمی چیز نہیں ہے، بلکہ وہ ایسے ہی ہے جیسے بیماری و تندرستی، قابل اعتبار مالداری یہ ہے کہ انسان کے اندر نان و نفقہ کی قدرت پائی جاتی ہو)[5] ۔

مناقشہ اور ترجیح:

جن فقہاء نے مال و دولت جو کہ خوش حالی و مالداری کے ہم معنی ہے، کو کفو کی شرط قرار دیا ہے، ان کے دلائل کا علمی مناقشہ کرنے سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

---

(1) اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے

(2) اس حدیث کو امام نسائی نے روایت کیا ہے اور امام البانی نے إرواء الغلیل میں اسے حسن کہا ہے: ج٦، ص٢٧٢

(3) مسند احمد بن حنبل: ج6، ص412

(4) اسے امام ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور امام البانی نے إرواء الغلیل میں صحیح کہا ہے: ج٦، ص٢٧٢

(5) ابن قدامہ کی کتاب: المغنی، ج٧، ص٢٩

۱-ان کی پیش کردہ احادیث نبویہ ﷺ اور آپ ﷺ کا معاویہ کو فقر سے موصوف کرنا اس بات کی دلیل نہیں کہ مالداری کفو کے لئے شرط ہے، بلکہ فاطمہ بنت قیس نے جب آپ سے مشورہ طلب کیا تو آپ نے محض نصح وخیر خواہی کی بنیاد پر ایسا کہا، آپ کا مقصد یہ تھا کہ ان کی شادی ایسے انسان سے ہو جو مہر کی ادائیگی کے ساتھ ہی ان کے نان ونفقہ کا بوجھ بھی اٹھا سکے، یہ سچ ہے، اس لئے یہ حدیث پہلی رائے سے متصادم نہیں ہے بلکہ اس کی تائید کرتی ہے۔

۲-رہی بات اس حدیث کی کہ: (حسب سے مراد مال ہے) تو میرے خیال سے نبی ﷺ مال کو لوگوں کی حیثیت طے کرنے کا معیار نہیں بنا سکتے اور نہ ہی آپ ﷺ سے اس طرح کی کوئی بات ثابت ہے، بلکہ اس حدیث سے آپ کا مقصود- واللہ اعلم- یہ بیان کرنا ہے کہ مال کو لوگوں نے اپنے درمیان حیثیت طے کرنے کا معیار بنالیا ہے نہ کہ شریعت نے مال کو ان کی حیثیت کا معیار بنایا ہے، اس کی مزید وضاحت آپ ﷺ کی اس حدیث سے ہوتی ہے: (دنیا میں لوگوں کے درمیان شرافت کا معیار یہ مال ہی ہے)۔

۳-جس عرف پر فقہاء نے اپنے حکم کی بنیاد رکھی ہے-وہ یہ کہ لوگ آپس میں مال ودولت کی بناء پر فخر کرتے ہیں-تو جان لینا چاہئے کہ یہ ناقابل قبول معیار اور فاسد عرف ہے، کیوں کہ فقر کی وجہ سے اسلام نے کسی انسان کو حقیر نہیں کہا ہے، بلکہ روئے زمین کی افضل ترین مخلوق محمد ﷺ نے بھی فقیری کی زندگی گزاری، جب آپ ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ کی زرہ گروی رکھی ہوئی تھی، فقر کبھی بھی باعث عار نہیں رہا، بلکہ آپ ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ: (اے اللہ مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ اور مسکین بنا کر فوت کر)۔

اس بناء پر یہ قول راجح قرار پاتا ہے کہ کفو کے لئے مال شرط نہیں ہے۔

تیسرا وصف:

حرفت وپیشہ: جسے حنابلہ نے صنعت سے تعبیر کیا ہے، اس سے مراد ہر وہ کام ہے جسے انسان کسب معاش کے لئے اختیار کرتا ہے، جیسے زراعت وکاشت کاری، یا صنعت وحرفت اور تجارت ونوکری وغیرہ۔

حرفت میں کفو ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مرد پیشہ میں اپنے خسر کا ہمسر یا اس کے قریب ہو۔ شافعیہ نے اس وصف کو شرط قرار دیا ہے، حنابلہ کے نزدیک ایک روایت میں یہ شرط ہے جب کہ احناف کے یہاں اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے، شوافع کفو کے بیان میں کہتے ہیں کہ: (پیشہ: کمتر پیشہ ور اپنے سے بلند پیشہ ور کے لئے کفو نہیں ہو سکتا، چنانچہ جھاڑو دینے والا، حجام، چوکیدار اور بھنگی کسی درزی یا پارچہ فروش کی بیٹی کے لئے کفو نہیں ہو سکتا اور نہ ہی کوئی درزی، تاجر یا بزاز کی بیٹی کے لئے کفو ہو سکتا ہے، اور نہ یہ دونوں کسی عالم یا قاضی کی بیٹی کے لئے کفو ہوں گے)[1]۔

اس مسئلہ میں حنابلہ کی دو روایتیں ہیں:

ایک یہ کہ: پیشہ کفو کے لئے شرط ہے، کمتر پیشہ ور جیسے پارچہ باف، حجام، چوکیدار، بھنگی، چمڑیا، دلال، اور کوڑا چننے والا، اصحاب مروت یا بڑے پیشہ وروں جیسے تاجر اور بلڈر کی بیٹی کے لئے کفو نہیں ہو سکتے، کیوں کہ عرف عام میں ان پیشوں کو ایک نقص سمجھا جاتا ہے، گویا یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی کے اندر نسب کے معاملہ میں نقص پائی جاتی ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ: (عرب

---

(1) مغني المحتاج إلى معرفة معني ألفاظ المنهاج للشربيني: ج۳، ص۱۶۶-۱۶۷

ایک دوسرے کے لئے کفو ہیں سوائے پارچہ باف اور حجام کے)[1] ۔امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ : آپ اس حدیث سے کیسے استدلال کرتے ہیں، حالانکہ آپ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، انہوں نے کہا: عمل اسی پر ہے، یعنی یہ حدیث عرف عام کے موافق ہے، حنابلہ کی دوسری روایت یہ ہے کہ: پیشہ کوئی نقص نہیں ہے)[2] ۔

ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ: (حقیقت میں یہ ایک غیر معتبر چیز ہے، جب کہ ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ ایک معتبر وصف ہے، حتی کہ دباغت پیشہ، حجام، پارچہ باف اور بھنگی، پارچہ فروش اور عطر فروش کی بیٹی کے لئے کفو نہیں ہو سکتا)[3] ۔

مناقشہ اور ترجیح:

جن فقہاء نے حرفت وپیشہ کو کفو کے لئے شرط قرار دیا ہے، ان کے دلائل کا علمی جائزہ لینے سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

۱-جس حدیث سے حنابلہ نے کفو میں پیشہ کو قابل اعتبار وصف ثابت کرنے کے لئے استدلال کیا ہے، دراصل اس سے دلیل پکڑنا جائز ہی نہیں ہے، کیوں کہ وہ ایک موضوع حدیث ہے۔

۲-پیشہ کو کفو کے لئے قابل اعتبار وصف کہنے والے فقہاء نے جس عرف کو بطور حجت پیش کیا ہے ،وہ ایک فاسد عرف ہے جس پر عمل کرنا درست نہیں، کیوں کہ اس سے شریعت کی مخالفت ہوتی ہے، شریعت نے پیشہ کو اعلی اورادنی میں تقسیم نہیں کیا ہے، بلکہ یہ عہد قدیم اور دور جدید کے

---

[1] اسے امام بیہقی نے روایت کیا ہے اور امام البانی نے اسے موضوع قرارادیا ہے: إرواء الغليل: ج٦، ص٢٦٨

[2] المغنی لابن قدامۃ: ج٧، ص٢٩

[3] کتاب المبسوط للسرخسی: ج5، ص25

جاہلیت پسندوں کا من گھڑت عرف ہے، اسلام تمام پیشوں کو احترام کی نظر سے دیکھتا ہے، خواہ اس کی نوعیت جو بھی ہو، بشرطیکہ وہ پیشہ شریعت کے دائرہ میں ہو، محرمات میں سے نہ ہو اور نہ ہی کسی گناہ کا پیش خیمہ اور سبب ہو، نبی کریم ﷺ نے محنت و مزدوری اور ہاتھ کی کمائی کی تعریف فرمائی ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: (انسان جو کھانا بھی کھاتا ہے، اس میں سب سے بہتر کھانا وہ ہے جو وہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتا ہے، اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے)[1] ۔ حضرت داؤد علیہ السلام لوہار تھے، اسی طرح بیشتر انبیاء کرام صلوات اللہ وسلامہ علیہم کسی نہ کسی پیشہ سے جڑے ہوئے تھے۔

حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی تھے، عیسی علیہ السلام بھی پیشہ سے بڑھئی ہی تھے، ہمارے نبی ﷺ نے بکریاں چرائی اور آپ فرمایا بھی کرتے تھے کہ: (کوئی بھی نبی ایسا نہیں جنہوں نے بکریاں نہ چرائی ہو)۔ ان پیشوں کی وجہ سے ان کی شان و منزلت اور سماجی قدر و قیمت میں کوئی کمی نہیں آئی، نبی ﷺ نے زمانہ جاہلیت کے اسی عرف کے خاتمہ کے لئے بنی بیاضہ کو یہ حکم دیا کہ ابو ھند سے اپنی بیٹیوں کی شادی کرائیں جو کہ پیشہ سے حجام تھے۔ اس کا تفصیلی ذکر کفو کے بیان میں گزر چکا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی قولی و عملی دونوں سنتوں کے ذریعہ پیشہ حجامت سے متعلق ان کا نظریہ تبدیل فرمایا۔

مذکورہ تفصیلات کی روشنی میں ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ رائے جو کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی بھی دوسری روایت ہے، راجح قرار پاتی ہے کہ کفو کے لئے پیشہ ایک غیر معتبر وصف ہے، کیوں کہ اس کی کوئی صحیح دلیل سنت نبویہ سے ثابت نہیں ہے، بلکہ صحیح حدیث سے جو رائے ثابت ہوتی ہے وہ اس کے بالکل برعکس ہے۔

---

[1] صحیح البخاری: ج ۴، ص ۲۵۹، کتاب البیوع / باب کسب الرجل و عملہ بیدہ

چوتھا وصف:

عیوب سے سلامتی جسے مالکیہ نے حالت سے تعبیر کیا ہے:

اس کا مطلب یہ ہے کہ: شوہر ایسے جسمانی عیوب سے محفوظ ہو جو شریک حیات کے لئے ضرر رساں ہوں، جیسے کوڑھ، جنون اور برص وغیرہ کی بیماریاں، یہ مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک ایک معتبر شرط ہے۔

کفو میں شافعیہ نے جن اوصاف کی شرط لگائی ہے، ان میں یہ بھی ہے کہ: (ایسے عیوب سے محفوظ ہو جو نکاح میں اختیار کے ضامن ہوتے ہیں، اس لئے جو انسان جنون، کوڑھ یا برص جیسی بیماریوں کا شکار ہو وہ ایسی عورت کے لئے کفو نہیں ہو سکتا جو ان بیماریوں سے محفوظ ہو، کیوں کہ نفس ایسے انسان کی صحبت و معاشرت سے نفرت کرتی ہے جس کے اندر اس طرح کی کوئی بیماری ہو اور اس سے نکاح کے مقصد میں بھی خلل پیدا ہوتا ہے)[1]۔

رہی بات مالکیہ کی تو: (انہوں نے عیوب سے سلامتی کو شرط قرار دیا ہے، خواہ بغیر اختیار کے ہی کیوں نہ ہو، کہتے ہیں کہ: اس سے مراد مرد اور عورت کے درمیان صفاتِ کمال میں برابری اور مساوات قائم رکھنا ہے)[2]۔ حنفیہ اور حنابلہ نے عیوب سے سلامتی کو کفو کے لئے قابل اعتبار شرط نہیں مانا ہے، لیکن ان کے نزدیک عیوب کی بنیاد پر عورت کو اختیار دیا جائے گا، نہ کہ اس کے سرپرست اور ولی کو۔

حنابلہ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: (عیوب سے سلامتی کفو کے شروط میں سے نہیں ہے، اس لئے اس بابت کوئی اختلاف نہیں کہ اگر یہ شرط نہ پائی جاتی ہو تو نکاح باطل نہیں

---

(1) مغنی المحتاج: ج۳، ص ۱۶۵

(2) حاشیۃ الدسوقی: ج۲، ص ۳۲۶

ہو گا، تاہم ان عیوب کی بناء پر عورت کو اختیار دیا جائے گا، لیکن اس کے سرپرست اور ولی کو نہیں)[1] ۔

میرے نزدیک حنابلہ کی رائے ہی راجح ہے، وہ یہ کہ معاملہ عورت کے سپرد کر دیا جائے اور اسے یہ اختیار دیا جائے کہ چاہے تو اس شرط کو باقی رکھے، چاہے تو ساقط کر دے، کیوں کہ اس کا نقصان اسی کو اٹھانا ہے۔

یہ رائے اس لئے بھی راجح ہے کہ دوسری رائے کے قائلین کے پاس کتاب وسنت کی کوئی دلیل نہیں، اس لئے عورت کو اختیار دینا ہی درست ہے۔

پانچواں وصف:

نسب: جسے حنابلہ نے مقام ومرتبہ سے تعبیر کیا ہے۔

اس سے مراد: اپنے آباءواجداد سے انسان کی رشتہ داری اور تعلق ہے۔ اسے مالکیہ کے علاوہ تمام جمہور فقہاء نے شرط قرار دیا ہے، اسے معتبر ماننے کی بنیادی وجہ وہ عرف ہے جس نے حسب نسب اور خاندانی رشتہ داری کو لوگوں کے درمیان فخر ومباہات، فضیلت وبرتری، عار وشرمندگی اور تعریف وتنقیص کا معیار بنا دیا ہے۔

شافعیہ کہتے ہیں کہ: عجمی انسان عربی خاتون کے لئے کفو نہیں ہو سکتا، نہ قریشی عورت کے لئے کوئی غیر قریشی کفو ہو سکتا ہے، اسی طرح ہاشمی اور مطلبی خاتون کے لئے غیر ہاشمی اور غیر مطلبی مرد کفو نہیں ہو سکتا، گویا ان کے نزدیک نسب کفو کے لئے شرط ہے، شوہر کے نسب نامہ کے بالمقابل عورت کا حسب نسب زیادہ اشرف واعلی ہو، کیوں عربوں میں حسب نسب نہایت ہی فخر کی چیز ہے، نسب میں آباءواجداد کا اعتبار کیا جاتا ہے، اس لئے جو انسان باپ کی طرف سے عجمی ہو لیکن

---

[1] المغنی لابن قدامۃ: ج۷، ص۲۹

ماں کی طرف سے عربی، تو وہ کسی ایسی عورت کے لئے کفو نہیں ہو سکتا جو باپ کی طرف سے عربی ہو، خواہ اس کی ماں عجمی ہی کیوں نہ ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے عربوں کو دوسروں پر فوقیت دی ہے، اسی طرح قریشیوں کو دیگر عربوں پر فضیلت دی ہے، اس لئے کوئی غیر قریشی کسی قریشی خاتون کے لئے کفو نہیں ہو سکتا، یہ روایت اس کی تائید کرتی ہے کہ: (قریش کو مقدم رکھو اور ان سے آگے مت بڑھو)[1] ۔ ہاشمی اور مطلبی کے لئے بھی کوئی غیر ہاشمی اور غیر مطلبی کفو نہیں ہو سکتا، مثلا بنی عبد شمس اور بنی نوفل، اگرچہ یہ دونوں بھی ہاشم کے برادران ہی ہیں، جیسا کہ صحیح مسلم میں آیا ہے کہ: (اللہ تعالی نے عربوں میں سے بنی کنانہ کا انتخاب فرمایا، بنی کنانہ میں سے قریش کو چنا اور قریش میں سے بنی ہاشم کو منتخب فرمایا[2])[3] ۔

حنابلہ: (نسب کو کفو میں معتبر وصف کے طور پر دیکھتے ہیں، ان کی دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اثر ہے: (میں عالی حسب نسب والی خواتین کی شرمگاہوں کو ان کے کفو کے علاوہ کسی اور کے لئے ہرگز حلال نہیں ہونے دوں گا)۔ راوی کہتے ہیں کہ: میں نے ان سے دریافت کیا: کفو سے مراد کون

---

[1] اسے امام شافعی نے زہری سے مرسلا روایت کیا ہے اور امام البانی نے إرواء الغلیل میں صحیح قرار دیا ہے: ج ۲، ص ۲۹۵

[2] اسے امام ترمذی نے سنن الترمذی میں ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے: (إن الله اصطفى بني كنانة من ولد إبراهيم وإسماعيل واصطفى من بنى كنانة قريشا واصطفى من قريش بنى هاشم واصطفانى من بنى هاشم) ابو عیسی ترمذی کہتے ہیں کہ: یہ حدیث حسن صحیح ہے، ج ۵، کتاب المناقب، ص ۵۴۴

[3] مغنی المحتاج للشربینی: ج ۳، ص ۱۶۵

ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جو حسب نسب میں ان کے ہمسر ہوں)[1] ۔اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ عرب حسب نسب میں کفو کا اعتبار کرتے ہیں، موالی (غلاموں) سے اپنی بچیوں کی شادی کرانے میں کسر شان سمجھتے ہیں، بلکہ اسے اپنے لئے نقص اور شرم وعار کی بات سمجھتے ہیں، جب کفو بولا جائے تو اسی معنی پر اسے محمول کرنا ضروری ہے جو لوگوں کے درمیان متعارف ہے۔)[2] ۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایتیں مروی ہیں:

پہلی روایت: قریشی کے لئے کوئی غیر قریشی عرب اور بنی ھاشم کے لئے ان کے علاوہ کوئی کفو نہیں ہو سکتا، یہ قول بعض شافعیہ کا بھی ہے، ان کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے کہ: (اللہ نے اسماعیل کی اولاد میں سے بنی کنانہ کا انتخاب فرمایا...) امام شافعی کے قول میں یہ حدیث گزر چکی ہے، ایک دلیل یہ بھی ہے کہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ عربوں کو دیگر تمام اقوام پر فضیلت وبرتری عطا کی گئی، تمام عربوں میں قریش اور تمام قریش میں بنی ہاشم کو بطور خاص یہ خصوصیت وفضیلت حاصل ہوئی۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری روایت یہ ہے کہ: عرب آپس میں ایک دوسرے کے لئے کفو ہیں اور عجم باہم ایک دوسرے کے لئے[3] ۔

---

(1) اسے امام دار قطنی نے اسحاق بن بہلول کے طریق سے روایت کیا ہے: حدیث نمبر: ۵۲۴، اور امام بیہقی نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے: ج۷، ص ۱۳۴

(2) المغنی لابن قدامۃ: ج۷، ص۲۸ اور اس کے بعد۔

(3) سابق مرجع

گویاان کی پہلی روایت یہ ہے کہ قریش کا کوئی غیر قریشی کفو نہیں ہو سکتا، جب کہ دوسری روایت یہ ہے کہ عرب کے لئے غیر عربی کفو نہیں ہو سکتا، چنانچہ دونوں ہی روایتوں کے مطابق نسب ان کے نزدیک کفو کے لئے ایک لازمی وصف ہے۔

حنفیہ کہتے ہیں کہ:(کفو کا اعتبار کیا جائے گا کیوں کہ عموما میاں بیوی دونوں جب ہمسر ہوتے ہیں تب ہی معاملات منتظم اور بہتر ہوتے ہیں، اعلی خاندان اور بلند حسب نسب کی خاتون کسی معمولی اور کمتر انسان کے ساتھ مباشرت کرنے سے نفرت کرتی ہے، اس لئے خاتون کی ہمسری کا اعتبار کرنا ضروری ہے، بر خلاف شوہر کے، اس لئے کہ شوہر اپنے اختیار سے بیوی منتخب کرتا ہے، بیوی اگر اس سے کمتر اور ادنی بھی ہو تو اسے خاص فرق نہیں پڑتا، اگر عورت اپنی پسند سے کسی غیر ہمسر (جو اس کے لئے کفو نہیں ہو) سے شادی کرلے تو اس کے اولیاء کو یہ اختیار ہو گا کہ خاندان سے شرم وعار کو دفع کرنے کے لئے ان دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دے۔ نیز نسب میں کفو کا اعتبار اس لئے بھی ہوتا ہے کہ یہ باعث افتخار بھی ہے، چنانچہ قریش کے لئے قریشی ہی کفو ہو گا اور عربی کے لئے عربی۔ اس سلسلے میں نبی ﷺ کی یہ حدیث اساس اور اصل کی حیثیت رکھتی ہے:(قریش کی شاخیں آپس میں ایک دوسرے کے لئے کفو ہیں، عرب کے قبیلے باہم ایک دوسرے کے لئے کفو ہیں، موالی (غلام) آپس میں ایک دوسرے کے لئے کفو ہیں[1])[2]۔

---

(1) ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث مجھے نہیں مل سکی، جن الفاظ کے ساتھ یہ حدیث مجھے ملی ہے وہ یوں ہے:(العرب بعضهم أكفاء لبعض قبيلة بقبيلة ورجل برجل والموالى بعضهم أكفاء لبعض قبيلة ورجل برجل إلا حائك أو حجام)امام البانی إرواء الغلیل: ج۶، ص ۲۷۰ میں اس حدیث کے تعلق سے کہتے ہیں کہ: یہ موضوع ہے، اسے امام بیہقی نے ج ۷، ص ۱۳۴ میں حاکم کے طریق سے روایت کیا ہے اور کہا کہ: اس کی سند شجاع اور ابن جریج کے درمیان منقطع ہے، جب کہ ابن جریج مدلس ہیں۔

(2) شرح فتح القدیر للإمام کمال الدین عبد الواحد: ج۳، ص ۱۸۷

مناقشہ اور ترجیح:

کفو میں نسب کی شرط کے تعلق سے فقہاء کے یہ مجملہ اقوال تھے، ان کا جائزہ لینے اوران کے دلائل میں غور وخوض کرنے سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

۱- نبی ﷺ کی حدیث: (قریش کو مقدم رکھو اوران سے آگے نہ بڑھو.....) ایک عام حدیث ہے، جس کا مقصد امامت اور خلافت میں ان کو مقدم رکھنا ہے، اس سے مطلق طور پر یہ نہیں سمجھ میں آتا ہے کہ "نکاح کے لئے نسب میں کفو ہونا شرط ہے"۔

۲- حدیث: (اللہ نے عربوں میں سے بنی کنانہ کا انتخاب فرمایا...) اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ نے بنی کنانہ کا، پھر قریش کا انتخاب فرمایا تاکہ نبی ﷺ کا انتخاب عمل میں آسکے، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ﴾ [سورۃ الحج:75].

ترجمہ: اللہ فرشتوں میں سے اپنے پیغام پہنچانے والے چن لیتا ہے، اور انسانوں میں سے بھی، بے شک اللہ خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالی انبیاء کو ان کی قوم کے سب سے عالی نسب خاندان میں مبعوث فرماتا ہے۔ یہ حدیث بھی اس پر دلالت نہیں کرتی کہ کفو کے لئے نسب شرط ہے۔ امام شوکانی نکاح کے لئے کفو کی شرط کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: (امام بیہقی نے نبی ﷺ کی حدیث: (اللہ نے عربوں میں بنی کنانہ کا انتخاب فرمایا....) سے استدلال کرتے ہوئے نسب کو کفو کے لئے شرط قرار دیا ہے، یہ حدیث صحیح ہے اور امام مسلم نے اسے روایت کیا ہے، لیکن استدلال قابل غور ہے)[1]۔

---

[1] نیل الأوطار للشوکانی: ج6، ص146

3- عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث (میں عالی نسب خواتین کی شرمگاہوں کو ان کے ہمسروں کے علاوہ کسی اور کے لئے ہر گز حلال نہیں ہونے دوں گا) ضعیف ہے، اس سے استدلال کرنا درست نہیں، شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: (کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ کفو ہونے کے لئے نسب میں ہمسر ہونا ضروری ہے)[1] ۔

۴- رہی بات حنفیہ کے اس قول کی کہ: (شریف خاندان کی عالی نسب لڑکی کسی ادنی اور معمولی انسان کے ساتھ مباشرت کرنے سے نفرت کرتی ہے) تو انہیں یہ وضاحت کرنا چاہئے کہ انسان کو اعلی اور ادنی، شریف اور رذیل کے زمرے میں تقسیم کرنے کے لئے ان کے پاس کیا قاعدہ کلیہ اور معیار و میزان ہے؟ کیا اس کے لئے لوگوں کی خود ساختہ میزان اور ان کا عرف ہی ان کے نزدیک معتبر ہے؟ خواہ وہ میزان شریعت کے مخالف ہی کیوں نہ ہو؟ یا لوگوں کی حیثیت متعین کرنے کے لئے اسلام کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے؟ جس نے تمام انسانوں کو برابری کا درجہ دیا ہے۔ امام بخاری اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: باب: کفائت میں دینداری کا لحاظ ہونا۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:﴿ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا﴾ [سورۃ الفرقان:54].

ترجمہ: وہ ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا، پھر اسے نسب والا اور سسرالی رشتوں والا کر دیا۔ یہ آیت ذکر کرنے کے بعد امام بخاری (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی) یہ حدیث ذکر کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام (لے پالک بیٹے) سالم کی شادی اپنی بھتیجی -بھائی کی بیٹی- سے کرائی)[2] ۔

---

(1) المجموع للنووی: ج۱۶، ص ۱۸۴

(2) فتح الباری شرح صحیح البخاری: باب الأکفاء فی الدین، ج۹، ص ۱۳۱، حدیث نمبر: ۵۰۸۸

اسلام کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ وہ مساوات کی دعوت دیتا ہے، قومی اور نسلی تعصب کی بنیاد پر باہمی افتراق وانتشار پیدا کرنے کے خلاف اعلان جنگ کرتا اور زمانہ جاہلیت کی تمام پکاروں کا جڑ سے خاتمہ کرتا ہے، اللہ فرماتا ہے:﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ [سورة الحجرات:13].

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور اس لئے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو کنبے اور قبیلے بنادئے ہیں، اللہ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہو۔

اس طرح اللہ نے آپسی فضیلت وبرتری کا معیار صرف تقوی کو بنایا ہے، سفیان ثوری کی رائے ملاحظہ کریں، وہ کہتے ہیں کہ:(کفو میں نسب کا لحاظ نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کی روشنی میں تمام انسان برابر ہیں:(الناس سواسية....))[1] ۔

۵-رہی بات شافعیہ کے اس قول کی کہ: نسب کی شرطیت کی وجہ یہ ہے کہ (عربوں میں نسب نہایت ہی فخر ومباہات کی بات ہے) اور حنفیہ کے اس قول کی کہ:(کفو کے لئے نسب کا لحاظ اس لئے کیا جائے گا کہ یہ عربوں میں مایہ فخر ہے)۔ تو کیا عربوں کو یہ اجازت اور آزادی حاصل ہے کہ وہ جیسے چاہیں فخر کریں؟ یا انہیں ان تمام چیزوں سے باز آجانا چاہئے جو جاہلیت میں فخر ومباہات کا ذریعہ تھیں-مثلا حسب نسب پر فخر کرنا-اور اللہ کے حکم کا تابع ہو جانا چاہئے، کیوں کہ اللہ نے ہمیں فخر ومباہات کرنے، دوسروں کو عیب لگانے اور ان کا مذاق اڑانے سے منع فرمایا ہے، اللہ فرماتا ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَى أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا

---

[1] شرح فتح القدیر للإمام کمال الدین عبد الواحد: ج۳، ص۱۳۳

مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَى أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ [سورۃ الحجرات: 11].

ترجمہ: اے ایمان والو! مرد دوسرے مردوں کا مذاق نہ اڑائیں ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں، اور آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ، اور نہ کسی کو برے لقب دو۔ ایمان کے بعد فسق برا نام ہے، اور جو توبہ نہ کریں وہی ظالم لوگ ہیں۔

اس آیت میں لوگوں کے سامنے فخر کا اظہار کرنے اور انہیں ناپسندیدہ القاب سے پکارنے کی سخت ممانعت وارد ہوئی ہے، کیوں کہ انسان، خواہ وہ جس درجے کا بھی انسان ہو، وہ یہ ناپسند کرتا ہے کہ اسے ذلت و حقارت سے متصف کیا جائے، ہر انسان اپنے آپ کو دوسرے سے بہتر سمجھتا ہے اور ہر قبیلہ اس خوش فہمی میں ہے کہ وہ سب سے بہتر اور اعلی واشرف قبیلہ ہے، نہایت افسوس کی بات ہے کہ یہ صورت حال ہر جگہ مشہور ہے اور اپنے پر پھیلا چکی ہے، یہ دراصل جاہلیت کی ان پکاروں میں سے ہے جن سے نبی ﷺ نے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: (اے مسلمانو! اللہ کا خوف کھاؤ، کیا تم میری موجودگی میں جاہلیت کی پکار لگانے لگے، حالانکہ اللہ نے تمہیں دین اسلام کی ہدایت دی، اس کے ذریعہ تمہیں عزت ووقار عطا کیا، تم سے جاہلیت دور فرمادی، تمہیں کفر سے نجات بخشا اور تمہارے دلوں میں باہمی الفت و محبت پیدا کر دی)[1]۔ آپ ﷺ نے یہ اس وقت ارشاد فرمایا جب اوس وخزرج کے درمیان نزاع پیدا ہو گیا اور وہ ایک دوسرے پر فخر کا اظہار کرنے لگے اور قریب تھا کہ شاس بن قیس یہودی کی سازش کے نتیجے میں ان کے درمیان لڑائی چھڑ جائے۔ اگر لوگوں کو یہ اختیار دے دیا جائے کہ وہ جیسے چاہیں لوگوں کی

---

[1] سیرۃ ابن ہشام: ج ۱، غزوہ بدر کے بعد، ص ۵۵۵-۵۵۶

حیثیت متعین کرتے رہیں، تو سارے معیار درہم برہم ہو جائیں گے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا: ﴿وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ﴾ [سورۃ المؤمنون: 71]. ترجمہ: اگر حق ہی ان کی خواہشوں کا پیرو ہو جائے تو زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی ہر چیز درہم برہم ہو جائے۔

لیکن حق ہمیشہ حق بن کر ظاہر رہتا ہے جیسا حق تبارک وتعالی کی مشیئت ہوتی ہے۔ لوگوں نے دوسروں کی حیثیات متعین کرنے کے لئے جو خود ساختہ میزان وپیمائش قائم کرر کھی تھی اور صحابہ کے اندر زمانہ جاہلیت کی باقیات کے سلسلے میں جو غلط فہمیاں رہ گئی تھیں، ان کی اصلاح کے لئے نبی ﷺ مسلسل رہنمائیاں فرمایا کرتے تھے، اس سلسلے میں آپ کی ایک رہنمائی یہ بھی ہے جسے امام بخاری نے سہل بن سعد الساعدی سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ: (ایک صاحب رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرے، نبی کریم ﷺ نے اپنے پاس موجود صحابہ سے پوچھا کہ یہ کیسا شخص ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ یہ اس لائق ہے کہ اگر نکاح کا پیغام بھیجے تو اس سے نکاح کیا جائے، اگر کسی کی سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے، اگر کوئی بات کہے تو غور سے سنی جائے۔ سہل نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ اس پر خاموش رہے۔ پھر ایک دوسرے صاحب گزرے، جو مسلمانوں کے غریب اور محتاج لوگوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا کہ: اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ یہ اس قابل ہے کہ اگر کسی کی سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ کی جائے۔ اگر کوئی بات کہے تو اس کی بات نہ سنی جائے۔ آپ ﷺ نے اس پر فرمایا کہ: یہ شخص پہلے شخص سے بدرجہا بہتر ہے)[1] ۔ اس طرح آپ ﷺ نے اس فکری کجی کی تصحیح فرمائی جو اس وقت جاہلیت میں متعارف تھی اور اب

---

[1] فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج۹، ص۱۱۰-۱۱۱

بھی دور جدید کی جاہلیت میں متعارف ہے کہ لوگ ظاہری شکل وصورت، مقام ومرتبہ اور مال ودولت کی بنیاد پر لوگوں کی حیثیت متعین کرتے ہیں، آپ ﷺ نے یہ وضاحت فرمائی کہ ظاہری شکل وصورت کی کوئی قیمت نہیں ہے، اصل معیار تقوی اور پرہیز گاری ہے، نبی ﷺ کی اس عمدہ رہنمائی میں مسلمانوں کے لئے اس بات کا عندیہ موجود ہے کہ وہ لوگوں کی حیثیت متعین کرنے میں اس اصول پر ہی کاربند رہیں اور سماج کے سطحی معیار سے صرف نظر کریں۔ آپ ﷺ کی یہ حدیث اس کی مزید تاکید کرتی ہے: (جب آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ سب سے زیادہ باعزت انسان کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: تم میں سب سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہو۔)[1] ۔

۶- جس دلیل کی بنیاد پر احناف نے نسب کو کفو کے لئے شرط ثابت کیا ہے وہ یہ ہے: (قریش آپس میں ایک دوسرے کے لئے کفو ہیں....)، لیکن یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث نہیں ہے، بلکہ ایک من گھڑت روایت ہے جسے روایت کرنا اور اس سے استدلال کرنا درست نہیں ہے، امام کاسانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو ذکر کرنے اور اس کی شرح کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ: (لیکن شریعت نے اس فضیلت کو نکاح کے باب میں ناقابل اعتبار شمار کیا ہے، یہ ہمیں اللہ کے رسول ﷺ کی سنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع سے معلوم ہوتا ہے)[2] ۔

---

(1) سابق مرجع

(2) بدائع الصنائع: ج۱، ص۳۱۹

نبی کریم ﷺ نے اپنی دو صاحبزادیوں کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کرائی، نیز آپ نے اپنی صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا کی شادی عاص بن الربیع سے کرائی، اور یہ مشہور سی بات ہے کہ عثمان اور عاص دونوں ہی بنی عبد شمس سے تھے[1]۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم کی شادی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کرائی، جب کہ ام کلثوم قبیلہ قریش کی شاخ بنی مطلب سے تھیں اور عمر بنی عدی سے تھے[2]۔

نبی ﷺ نے اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحش کی شادی جو کہ قریشیہ تھیں، زید بن حارثہ سے کرائی جو کہ غلام تھے[3]، اور اسامہ بن زید کی شادی فاطمہ بنت قیس سے ہوئی جو کہ قریشیہ تھیں،[4] صنعانی کہتے ہیں کہ: (فاطمہ قبیلہ قریش کی شاخ بنی فہر سے تھیں، وہ ضحاک بن قیس کی بہن ہیں، ان کا شمار پہلے پہل ہجرت کرنے والی صحابیات میں ہوتا ہے، وہ حسن وجمال اور فضل وکمال سے مالامال تھیں)[5]۔

ابو بکر نے اپنی بہن ام فروۃ کی شادی اشعث بن قیس سے کرائی، جو کہ قبیلہ کندہ سے تھے[6]۔

امام بخاری نے اپنی صحیح کے اندر (باب کفائت میں دین داری کا لحاظ) میں ضباعۃ بنت الزبیر کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: (وہ مقداد بن الأسود کے ماتحت تھیں)۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ: مقداد سے مراد ابن عمرو الکندی ہیں، وہ اسود بن عبد یغوث الزہری کی طرف اس لئے منسوب کئے جاتے

---

(1) تہذیب التہذیب: ج۷، ص۱۲۷، طبقات ابن سعد: ج۸، ص۲۰

(2) حیاۃ الصحابۃ: ج۲، ص۶۷۰، شذرات الذہب: ج۱، ص۲۹

(3) حلیۃ الأولیاء: ج۲، ص۵۲، الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج۱، ص۵۴۶

(4) مسند الإمام احمد بن حنبل: ج۳، ص۴۱۲

(5) سبل السلام: ج۳، ص۱۰۰۸

(6) الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج۱، ص۶۶، تہذیب التہذیب: ج۱، ص۳۵۹

ہیں کیوں کہ انہوں نے مقداد کو لے پالک بیٹا بنالیا تھا، وہ قریش کے حلیف تھے اور ان کی شادی ضباعۃ سے ہوئی تھی جو کہ بنی ہاشم سے تھیں۔ اگر کفائت میں نسب غیر معتبر وصف نہیں ہوتا تو ان کے لئے یہ قطعی جائز نہیں تھا کہ وہ ضباعۃ سے شادی کریں جو کہ نسب میں ان سے اعلی و برتر تھیں)۔ عربوں میں یہ ایک ناپسندیدہ اور معیوب بات تھی کہ بنی ہاشم کی کوئی خاتون اپنے سے ادنی حسب نسب والے شخص سے شادی کرے، چہ جائے کہ لے پالک سے اس کی شادی ہو، اس سے ہم یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جدید اقدار وروایات کو فروغ دینے اور سماجی تعلقات میں بنیادی تبدیلیاں لانے میں اسلام کی قوت کس قدر سر چڑھ کی بول رہی تھی۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں کہ: (جن کے نزدیک کفو کے لئے نسب ایک مشروط وصف ہے، وہ اس واقعہ کا یہ جواب دے سکتے ہیں کہ چونکہ ضباعۃ اور ان کے اولیاء اس رشتہ سے راضی تھے اس لئے کفو کے تعلق سے ان کا یہ حق ساقط ہو گیا، لیکن یہ جواب اس وقت درست مانا جاتا جب کہ کفو میں نسب کا لحاظ کرنا فی نفسہ ثابت ہوتا) جو کہ ثابت ہی نہیں ہے، اس لئے یہ ایک بے بنیاد استدلال کی حیثیت رکھتا ہے۔

اسی طرح ہالۃ بنت عوف جو کہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں، کی شادی حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی[1]۔

دلائل کا علمی مناقشہ کرنے اور ان کا بغور جائزہ لینے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ "نسب" کفو کے لئے ایک ناقابل اعتبار وصف ہے، کیوں کہ اس تعلق سے کوئی دلیل ثابت اور صحیح نہیں، ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: (ان امور سے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث ثابت نہیں، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: (اللہ نے تم سے جاہلیت کی نخوت کو ختم کر دیا ہے

---

(1) الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج ۴، ص ۴۲۱

، اب تو لوگ مومن و متقی ہیں یا فاجر و بد بخت)[1] ۔ صحیح مسلم میں آپ ﷺ کی یہ حدیث وارد ہوئی ہے کہ: (میری امت میں چار باتیں جاہلیت کی ہیں، لوگ انہیں کبھی نہیں چھوڑیں گے: حسب نسب پر فخر کرنا، نسب میں طعنہ زنی، نوحہ کرنا اور ستاروں کی طرف بارش منسوب کرنا[2])[3]۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا یہ بیان وضاحت کے لئے کافی ہے۔

چھٹا وصف: دینداری

گویا راجح یہ ہے کہ صرف "دین داری" ہی کفو کے لئے ایک معتبر وصف ہے، کیوں کہ نبی ﷺ سے اس کی دلیل ثابت ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: (تمہارے پاس جب کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام لے کر آئے جس کی دین داری اور اخلاق سے تم مطمئن ہو تو اس سے نکاح کرادو، اگر ایسا نہیں کروگے تو زمین میں فتنہ اور فساد برپا ہوگا۔ لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر اس میں کچھ ہو؟ آپ نے تین بار یہی فرمایا: جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص آئے جس کی دین داری اور اخلاق سے تم مطمئن ہو تو اس سے نکاح کرادو)[4] ۔

دین داری: سے مراد یہ ہے کہ شادی کا خواہش مند صالحیت و نیک طبیعت، تقوی و خشیت اور دینی احکام کی پاسداری اور اخلاق حسنہ سے مزین ہو، یہ ایسے بنیادی اوصاف ہیں جن پر ازدواجی زندگی کی عمارت کھڑی ہوتی ہے، ان سے میاں بیوی کے اندر محبت و مودت پیدا ہوتی ہے اور ان کے

---

[1] الجامع الصحیح لسنن الترمذی: ج۵، کتاب المناقب، باب فضل الشام والیمن، ص ۶۹۱

[2] صحیح مسلم: ج۶، ص ۲۳۵، کتاب الجنائز، باب تحریم النیاحۃ

[3] مجموع فتاوی شیخ الإسلام احمد بن تیمیہ، ج19، ص28-29

[4] اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے، اسے امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے اور امام البانی نے إرواء الغلیل میں اس کی تخریج کی ہے اور اسے ابن حاتم المزنی، ابو ھریرۃ اور عبد اللہ بن عمر کے طریق سے حسن قرار دیا ہے: ج۶، ص ۲۶۶

رشتہ میں پائداری آتی ہے، یہ ایسی چہار دیواری ہے جس کے اندر خاندان، بکھراؤ اور کج روی سے محفوظ رہتا ہے، اور دین داری ہی ایک ایسا وصف ہے جس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے:

شافعیہ کہتے ہیں کہ: (فاسق، پاک دامن خاتون کے لئے کفو نہیں ہو سکتا)[1] ۔

احناف کہتے ہیں کہ: (فاسق، نیک لوگوں کی صاحبزادی کے لئے کفو نہیں ہو سکتا)[2] ۔

حنابلہ کہتے ہیں کہ: دین داری کا لحاظ کرنے اور اسے معتبر ماننے کی دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے:﴿أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُونَ﴾ [سورۃالسجدۃ:18].

ترجمہ: کیا وہ جو مومن ہو مثل اس کے ہے جو فاسق ہے، یہ برابر نہیں ہو سکتے۔

کیوں کہ فاسق انسان کے اندر رذالت پائی جاتی ہے، اس کی گواہی اور روایت دونوں ہی ناقابل قبول ہوتی ہیں، جان ومال کسی کے تعلق سے اسے امین نہیں سمجھا جاتا، اس کی ولایت ختم ہو جاتی ہے، خالق اور مخلوق دونوں کی نظر میں وہ ایک ناپختہ اور کمتر انسان کی حیثیت رکھتا ہے، دنیا اور آخرت دونوں جہان میں وہ بدقسمت شمار کیا جاتا ہے، اس لئے اسے کسی پاک دامن خاتون کا کفو اور ہمسر ٹھہرانا درست نہیں)[3] ۔

رہی بات آباء واجداد کے مسلمان ہونے کی تو یہ ایک ایسی شرط ہے جو جمہور کے برخلاف صرف حنفیہ کے نزدیک لازمی ہے، حنفیہ کہتے ہیں کہ: (جو انسان خود تو مسلمان ہو- لیکن والد مسلمان نہ

---

(1) المجموع للنووی: ج16، ص182

(2) حاشیۃ رد المختار لابن عابدین: ج۳، ص۸۹

(3) المغنی لابن قدامۃ: ج۷، ص۲۶ اور اس کے مابعد

ہو۔،وہ اس عورت کے لئے کفو نہیں ہو سکتا جس کے والد بھی مسلمان ہو، جس کا والد مسلمان ہو، وہ اس عورت کے لئے کفو نہیں ہو سکتا جس کے والدین یا آباء واجداد سب مسلمان ہوں)[1] ۔

جب کہ اس شرط کی کوئی دلیل ثابت نہیں ہے، بلکہ دلائل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اپنے ماقبل کے تمام عیوب پر پردہ ڈال دیتا اور سارے گناہوں کو دھل دیتا ہے، یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے ثابت ہے، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:(کیا تمھیں نہیں معلوم کہ اسلام ماقبل کے تمام گناہوں کو دھل دیتا ہے)[2] ۔ مسلمان کے لئے اسلام لے آنا ہی شرف کی بات ہے۔ حسین بن علی رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ:(اللہ تعالی نے اسلام کے ذریعہ کم تر کو بلند کر دیا، ناقص کو مکمل کر دیا اور بدبخت کو عزت ومقام عطا کیا، اس لئے جو مسلمان ہو گیا اس کے اوپر کوئی عار نہیں، یعنی مسلمان جب اسلام قبول کر لے تو اس کے اوپر کوئی نقص اور عار باقی نہیں رہتا)[3] ۔

رہی بات شوہر کے اسلام لانے کی تو ایک متفق علیہ مسئلہ ہے کہ کسی مسلم خاتون کی شادی کسی کافر سے جائز نہیں، اللہ تعالی کا فرمان ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ وَآتُوهُمْ مَا أَنْفَقُوا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْأَلُوا مَا أَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْأَلُوا مَا أَنْفَقُوا ذَلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ [سورة الممتحنة:10].

---

(1) حاشیہ رد المختار لابن عابدین: ج ۳، ص ۸۷

(2) صحیح مسلم: ج 1، کتاب الایمان، ص 324

(3) عیون الأخبار: ج ۴، ص ۸

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان لو۔ دراصل ان کے ایمان کو بخوبی جاننے والا تو اللہ ہی ہے لیکن اگر وہ تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو اب تم انہیں کافروں کی طرف واپس نہ کرو، یہ ان کے لئے حلال نہیں اور نہ وہ ان کے لئے حلال ہیں، اور جو خرچ ان کافروں کا ہوا ہو وہ انہیں ادا کر دو، ان عورتوں کو ان کے مہر دے کر ان سے نکاح کر لینے میں تم پر کوئی گناہ نہیں اور کافر عورتوں کا ناموس اپنے قبضہ میں رکھو اور جو کچھ تم نے خرچ کیا ہو، مانگ لو اور جو کچھ ان کافروں نے خرچ کیا ہو وہ بھی مانگ لیں، یہ اللہ کا فیصلہ ہے جو تمہارے درمیان کر رہا ہے، اللہ تعالی بڑے علم اور حکمت والا ہے۔

نبی ﷺ سے صحیح حدیث میں یہ ثابت ہے کہ کفائت وہمسری کے لئے دین داری کالحاظ کیا جائے گا، بنیادی طور پر بھی اور صفت کمال کے طور پر بھی اسی وصف کا اعتبار کیا جائے گا، چنانچہ نہ کسی مسلم خاتون کی شادی کافر سے کی جائے گی اور نہ کسی پاک دامن کا نکاح فاجر سے، کفو کے سلسلے میں اس کے علاوہ کسی اور وصف کو کتاب وسنت کے اندر معتبر نہیں بتایا گیا ہے، اسلام نے مسلم خاتون کا نکاح زانی اور خبث باطن رکھنے والے شخص سے حرام قرار دیا ہے، لیکن حسب نسب، صنعت وحرفت اور دولت ومالداری کا کوئی اعتبار نہیں کیا ہے۔

خاتمہ

الحمد لله رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وخاتم النبیین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین.

وبعد... میں نے اس مقالہ کے اندر علمی مقالہ نگاری کے اصول وضوابط کا لحاظ کرتے ہوئے موضوع سے متعلق اپنا مطالعہ اور تحقیق پیش کیا ہے، تاکہ اس موضوع کے علمی نتائج سامنے آسکیں، جو کہ درج ذیل ہیں:

ا- اسلام نے مرد وزن کے درمیان رشتہ قائم کرنے کا ایک ہی طریقہ بتایا ہے: وہ ہے نکاح، تاکہ ایک خاندان کو وجود میں لایا جاسکے، لوگوں کو حیوانیت کی پستی اور جاہلیت کے قعر عمیق سے نکال کر اسلام کی روشن وتاباں، پاک وصاف اور بلند وبالا چوٹی تک پہنچایا جاسکے۔

اسلام کی نظر میں شادی ایک فطری ضرورت، سماجی حاجت اور اللہ تعالی کی نازل کردہ سنت ہے۔ اللہ تعالی نے شادی کی حکمت سے پردہ اٹھاتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾ [سورۃ الروم:21].

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے آرام پاؤ، اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کردی، یقینا غور وفکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔

اسلام کی نظر میں اس کا واحد راستہ شادی ہی ہے، یہ متانت وسنجیدگی، استقامت وپائے داری اور نظافت وپاکیزگی کا راستہ ہے، اس کے علاوہ جتنے بھی راستے ہیں وہ خواہش نفس کی پیروی، شہوت پرستی، بے راہ روی، فسق وفجور اور گمراہی کی راہیں ہیں، اللہ نے شادی کو مشروع اس لئے کیا تاکہ زندگی میں نظم ونسق قائم ہوسکے، انسان پاکیزہ زندگی گزارے اور اس کی زندگی دشواریوں سے

محفوظ رہے۔شادی کی سنت سے بیزاری برتنے سے بگاڑ پیدا ہوتا ہے اور سماج تباہ وبرباد ہو جاتا ہے ۔جس ذات نے انسان کو پیدا فرمایا، اس نے اس کی فطرت میں جوڑے کی طلب اور شریک حیات کی ضرورت بھی ڈال دی، عین اسی طرح جس طرح دنیا کی دیگر مخلوقات کو اللہ نے جوڑا جوڑا پیدا کیا، اللہ فرماتا ہے:﴿وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ [سورۃ الذاریات:49].

ترجمہ: اور ہر چیز کو ہم نے جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

پھر اللہ کی مشیئت یہ ہوئی کہ انسان کے دونوں جوڑوں کو ایک ہی جان سے تخلیق کرے، فرمان باری تعالیٰ ہے:﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً﴾ [سورۃ النساء:1].

ترجمہ: اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔

اس کا مقصد یہ تھا کہ مردوزن ایک دوسرے کی کمی کو دور کریں اور دونوں مل کر خاندان کو وجود میں لائیں، وہ خاندان جو ایک جان کے دو حصوں (مرد وعورت) کے لئے یکساں طور پر سکونت، امن واطمنان، پردہ پوشی اور عزت و وقار عطا کرتا ہے۔

۲-اسلام جس چیز کو شریعت کی تشکیل کے لئے بنیاد کی حیثیت دیتا ہے وہ ہے اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث، اس لئے جو امر بھی اس شرعی بنیاد کے علاوہ کسی اور بنیاد پر قائم ہو وہ سرے سے باطل اور بے معنی ہے، وہ تمام احکام وآراء جو شریعت کے ان دو سرچشموں کے علاوہ کسی اور مصدر ومنبع سے اخذ کئے جاتے ہیں، وہ اپنے تمام تر تصورات، اقدار وروایات، معیار ومیزان، عرف ورواج، اصول وقواعد اور نظام وقوانین کے ساتھ بے بنیاد اور باطل ہیں۔

جب فقہاء کسی مسئلہ میں عرف کا حوالہ دیں اور اسے مصدر شریعت کے طور پر پیش کریں تو یہ درست نہیں ہوگا کیوں کہ شریعت اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت پر مبنی ہے اور عرف کو شریعت کا حکم اس وقت حاصل ہوتا ہے جب شریعت سے اس کی موافقت حاصل ہو، نا کہ سماج ومعاشرہ کا رسم ورواج اسے شرعی حکم بنادیتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: (میں انسان ہوں، مجھ سے غلطی بھی ہوتی ہے اور میں کبھی حق پر بھی رہتا ہوں، میری رائے میں غور وفکر کر لیا کرو، میری جو رائے کتاب وسنت کے موافق ہو اسے لے لو اور جو کتاب وسنت کے مخالف ہو اسے ترک کرو)[1]۔ یہی قول امام ابو حنیفہ، شافعی اور احمد رحمہم اللہ سے بھی منقول ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نسب کے لئے کفو کی شرط کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: (یہ اجتہادی مسائل ہیں جنہیں کتاب وسنت کی کسوٹی پر رکھ کر پرکھا جانا چاہئے ، کتاب وسنت سے جس قول کی تائید ہوتی ہو، اسے اخذ کیا جائے، کیوں کہ اللہ کے کلام میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا، چنانچہ کسی کی بات اللہ اور رسول کے سامنے حجت اور دلیل نہیں بن سکتی)[2]۔

زیر بحث مسئلہ میں فقہاء نے اپنے موقف کی تائید کے لئے جن دلائل سے استدلال کیا ہے، ان کا جائزہ لینے کے لئے میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے پیش کردہ اصول کو ہی اپنایا ہے۔

۳-فقہاء نے جن احادیث سے نسب کے معاملہ میں کفو کو شرط ثابت کیا ہے، وہ تمام احادیث ضعیف ہیں، بلکہ نبی ﷺ کی واضح قطعی احادیث اورآپ کی سیرت اور صحابہ کرام کی زندگی کے عملی دلائل سے جو ثابت ہے وہ یہ کہ کفو کا اعتبار صرف دین داری کے معاملے میں کیا جائے گا،

---

[1] الجامع لابن عبد البر: ج2، ص32

[2] مجموع فتاوی شیخ الاسلام احمد بن تیمیہ: ج۱۹، ص۲۸-۲۹

کچھ علماء نے اس بابت وضاحت کے ساتھ گفتگو کی ہے، مثال کے طور پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، وہ کہتے ہیں: (ان امور-کفو کے شروط- سے متعلق نبی ﷺ سے کوئی واضح اور صحیح حدیث ثابت نہیں)[1] ۔ امام صنعانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: (ان مسائل میں لوگوں کے عجیب وغریب موقف ہیں، جس کی کوئی دلیل نہیں، سوائے کبر وغرور کے-لا الہ الا اللہ کتنی ہی ایسی مومنہ خواتین ہیں جن کی شادی محض سرپرستوں کے غرور ونخوت اور ذاتی انا کی وجہ سے نہ ہو سکی- اے اللہ! میں ایسی شرط سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو نفسانی خواہشات کے بطن سے جنم لیتی ہے اور کبر وغرور کی گود میں پرورش پاتی ہے- تمام انسانوں کے سردار نبی ﷺ سے ان آراء واقوال کی مخالفت ثابت ہے)[2] ۔

لہذا، دختران اسلام کے بہت سے سرپرستوں نے حسب نسب (اور ذات برادی) وغیرہ کے سلسلے میں جو شروط قائم کر رکھی ہے، ان کی کوئی شرعی بنیاد نہیں، بلکہ ان بے بنیاد شروط کی وجہ سے شادی میں رکاوٹ پیدا کی جارہی ہے اور دختران اسلام کو گھر بٹھا کر رکھا جارہا ہے۔

اے اللہ! ہم تجھ سے دعا کرتے ہیں کہ ان سرپرستوں کو راہ حق کی ہدایت عطا کر، ان کے دل میں اللہ کی کتاب اور نبی ﷺ کی تمام صحیح قولی وعملی سنت پر عمل کرنے کی جوت جلادے، تاکہ اسلامی معاشرہ میں کوئی مرد اور کوئی عورت بغیر شادی کے نہ رہے، اور اس طرح سماجی بگاڑ کا خاتمہ ہو اور رسول اللہ ﷺ کی سنت زندہ ہو سکے۔

---

(1) سابق مرجع: ص29

(2) سبل السلام شرح بلوغ المرام: ج3، ص1008

فہرستِ موضوعات

موضوعات	صفحات
پیش لفظ	۳
مقدمہ	۱۳
کفو کی تعریف	۲۲
کیا نکاح میں کفو شرط ہے؟	۲۳
پہلی رائے: نکاح میں کفو شرط نہیں ہے	۲۳
دوسری رائے: نکاح میں کفو شرط ہے	۲۴
دلائل کا موازنہ اور ترجیح	۲۷
وہ اوصاف جنہیں فقہاء نے کفو کے لئے شرط قرار دیا ہے	۲۹
پہلا وصف: آزادی	۳۰
دوسرا وصف: مالداری و خوشحالی	۳۳
تیسرا وصف: حرفت و پیشہ	۳۷

چوتھا وصف: عیوب سے سلامتی	**۴۰**
پانچواں وصف: حسب نسب	**۴۱**
چھٹا وصف: دینداری	**۵۳**
خاتمہ	**۵۷**
فہرست موضوعات	**۶۱**

مترجم کی دیگر نگارشات

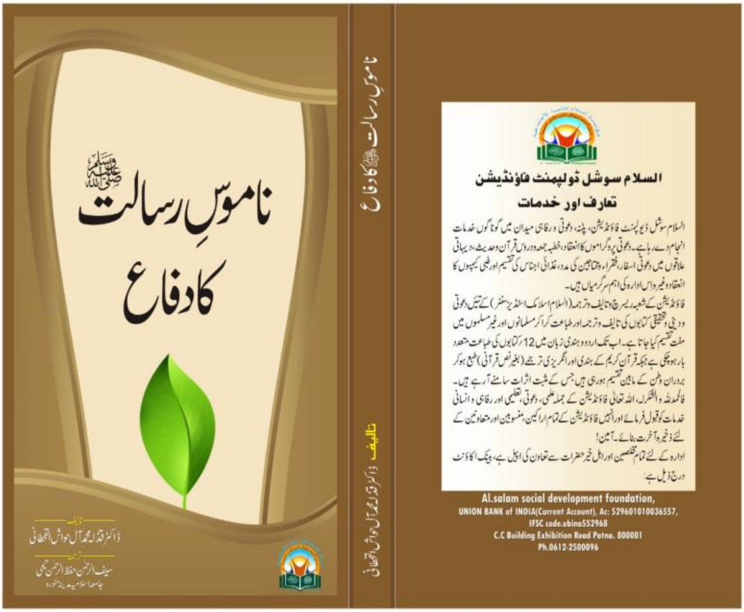

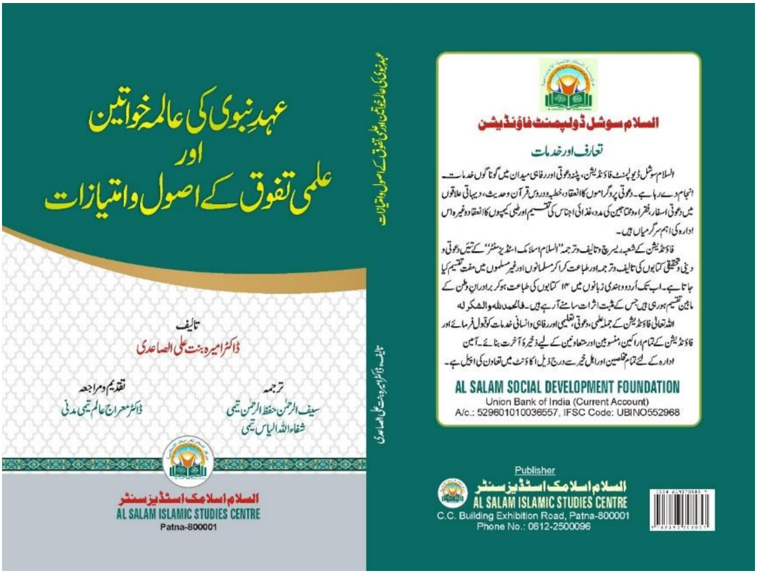

افادات